جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

النور

تبوک ۱۳۸۷ ہش
ستمبر ۲۰۰۸ء

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ
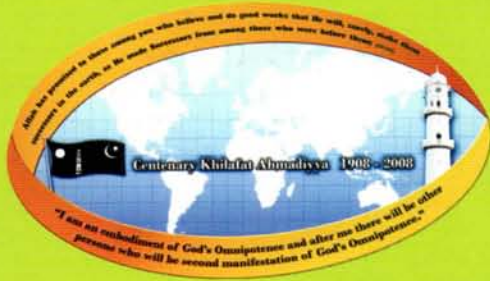
تُحِبُّ الْعَفْوَ

فَاعْفُ عَنِّىْ

دعاءِ لیلۃ القدر

مسجد محمود ڈیٹرائیٹ مشیگن

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (2:258)

النور

ستمبر 2008

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرست

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

فَاسْتَفْتِھِمْ اَلِرَبِّکَ الْبَنَاتُ وَلَھُمُ الْبَنُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِکَۃَ اِنَاثًا وَّھُمْ شٰھِدُوْنَ ۝
(الصّٰفّٰت: 150-151)

پس تو اُن سے پوچھ کیا تیرے رب کیلئے تو بیٹیاں ہیں اور ان کیلئے بیٹے؟ یا پھر ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اور وہ اس پر گواہ ہیں؟

وَاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّ لَا وَلَدًا ۝
(الجن: 4)

اور (کہا) کہ یقیناً ہمارے رب کی شان بلند ہے۔ اس نے نہ کوئی بیوی اپنائی اور نہ کوئی لڑکا۔

{700 احکام خداوندی صفحہ 51}

قرآن کریم

وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝

(البقرۃ:187)

اور (اے رسول) جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو (تُو جواب دے کہ) مَیں (اُنکے) پاس (ہی) ہوں۔ جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ سو چاہیئے کہ وہ (یعنی دُعا کرنے والے بھی) میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

تفسیر: چونکہ اس آیت سے پہلے بھی اور بعد بھی روزوں کا ذکر ہے۔ اس لئے اس آیت کے ذریعہ مومنوں کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یوں تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور ان کی حاجات کو پورا فرماتا ہے لیکن رمضان المبارک کے ایام قبولیتِ دُعا کیلئے مخصوص ہیں۔ اس لئے تم ان دنوں سے فائدہ اُٹھاؤ اور خدا تعالیٰ کے قریب ہونے کی کوشش کرو۔ ورنہ اگر رمضان کے مہینہ میں بھی تم خالی ہاتھ رہے تو تمہاری بدقسمتی میں کوئی شبہ نہیں۔۔۔ دُنیا میں ہر کام اپنے وقت کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اگر اُس وقت وہ کام کیا جائے تو جیسے اعلیٰ درجہ کے نتائج اُس وقت مرتب ہوتے ہیں وہ دوسرے وقت میں نہیں ہوتے۔ تمام غلّے اور ترکاریاں بونے کا ایک خاص وقت ہوتا ہے اگر اُس وقت کو مدّ نظر نہ رکھا جائے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مگر وہ وقت جادو یا ٹونے کی طرح نہیں ہوتا کہ اُس کے آنے سے کوئی خاص اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ کام ہو جاتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جس وقت کسی کامیابی کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں تو وہی اس کے کرنے کا وقت ہوتا ہے اگر گیہوں کا دانہ ایک خاص وقت میں بونے سے اُگتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس وقت اُس میں کوئی خاص بات پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس کے اُگنے کیلئے جو سامان ضروری ہوتے ہیں وہ اس وقت مہیا ہو جاتے ہیں۔ اگر وہی سامان کسی دوسرے وقت مہیّا ہو سکیں تو اُس وقت بھی وہ ضرور اُگ آئے گا تو تمام کاموں کیلئے ضروری سامان مہیّا ہونے کا ایک وقت مقرر ہے اسی طرح دُعا کیلئے بھی وقت مقرر ہیں۔ ان وقتوں میں کی ہوئی دعا بھی بہت بڑے نتائج پیدا کرتی ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِتَّقُوْا دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ۔ مظلوم کی بد دعا سے ڈرو کیونکہ جب وہ ہر طرف مصائب ہی مصائب دیکھتا اور خدا تعالیٰ کے سوا کوئی سہارا نہیں

پاتا تو اُس کی تمام تر توجہ خدا تعالیٰ کی طرف پھر جاتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے آگے گر پڑتا ہے اور اُس وقت وہ جو بھی دعا کرتا ہے قبول ہو جاتی ہے کیونکہ دُعا کے قبول ہونے کے سامانوں میں سے ایک اعلیٰ درجہ کا سامان یہ بھی ہے کہ انسان کی ساری توجہ ہر طرف سے ہٹ کر خدا تعالیٰ ہی کی طرف ہو جائے چونکہ مظلوم کی یہی حالت ہوتی ہے اسلئے اس کیلئے بھی یہ ایک موقعہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دعا کے قبول ہونے کے اوقات بھی ہیں لیکن وہ ظاہری سامانوں کی حد بندیوں کے نیچے نہیں ہوتے بلکہ وہ انسانی قلب کی خاص حالتوں اور کیفیات سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں وہی انسان محسوس کر سکتا ہے جس پر وہ حالت وارد ہو۔ مگر دعا کی قبولیت کا ایک اور وقت بھی ہے جس کے معلوم کرنے کیلئے باریک قلبی کیفیات سے واقف ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی اور وہ وقت رمضان کا مہینہ ہے۔ یہ آیت خدا تعالیٰ نے روزوں کے ساتھ بیان کی ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ اس کا روزوں سے بہت گہرا تعلق ہے اور اس کے روزوں کے ساتھ بیان کرنے کی وجہ یہی ہے کہ جس طرح مظلوم کی ساری توجہ محدود ہو کر ایک ہی طرف یعنی خدا تعالیٰ کی طرف لگ جاتی ہے اسی طرح ماہِ رمضان میں مسلمانوں کی توجہ خدا تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی پھیلی ہوئی چیز محدود ہو جائے تو اس کا زور بہت بڑھ جاتا ہے جیسے دریا کا پاٹ جہاں تنگ ہوتا ہے وہاں پانی کا بڑا زور ہوتا ہے۔ اسی طرح رمضان کے مہینہ میں وہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جو دعا کی قبولیت کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس مہینہ میں مسلمانوں میں ایک بہت بڑی جماعت ایسی ہوتی ہے جو راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے پھر سحری کیلئے سب کو اُٹھنا پڑتا ہے اور اس طرح ہر ایک کو کچھ نہ کچھ عبادت کا موقعہ مل جاتا ہے۔ اس وقت لاکھوں انسانوں کی دعائیں جب خدا تعالیٰ کے حضور پہنچتی ہیں تو خدا تعالیٰ ان کو رَدّ نہیں کرتا۔ بلکہ انہیں قبول فرماتا ہے اُس وقت مومنوں کی جماعت ایک کرب کی حالت میں ہوتی ہے پھر کس طرح ممکن ہے کہ اُن کی دُعا قبول نہ ہو۔ درد اور کرب کی حالت کی دُعا ضرور سنی جاتی ہے۔ جیسے یونسؑ کی قوم کی حالت دیکھ کر خدا تعالیٰ نے ان کو بخش دیا اور اُن سے عذاب ٹل گیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ سب اکٹھے ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور جھک گئے تھے۔ پس رمضان کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے یہی وہ مہینہ ہے جس میں دعا کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قَرِیبٌ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اگر وہ قریب ہونے پر بھی نہ مل سکے تو اور کب مل سکے گا۔ جب بندہ اُسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیتا ہے اور اپنے عمل سے ثابت کر دیتا ہے کہ اب وہ خدا تعالیٰ کا دَر چھوڑ کر اور کہیں نہیں جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دروازے اُس پر کھل جاتے ہیں اور اِنِّیْ قَرِیْبٌ کی آواز خود اُس کے کانوں میں بھی آنے لگتی ہے جس کے معنے سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا ہے اور جب کوئی بندہ اس مقام تک پہنچ جائے تو اُسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اُس نے خدا کو پا لیا۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحات 407-409)

☆......☆......☆......☆

احادیثِ مبارکہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : لَایَزَالُ یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْقَطِیْعَةِرَحِمٍ۔مَالَمْ یَسْتَعْجِلْ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاالْاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ یَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرٰی یُسْتَجَابُ لِیْ فَیَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِکَ وَیَدْعُ الدُّعَآءَ۔

(مسلم جلد 2 کتاب الذکر والدعاء)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے جب تک وہ قطع رحم اور گناہ کے متعلق نہ ہوں۔ مگر اس صورت میں نہیں کہ وہ جلدی کرے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! جلدی سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ مَیں نے بڑی دعا کی۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ پھر وہ دعا سے تھک جاتا ہے اور دعا چھوڑ بیٹھتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْمُعْتَکِفِ ھُوَ یَعْتَکِفُ عَنِ الذُّنُوْبِ وَیَجْرِیْ لَہٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّھَا۔

(ابن ماجہ کتاب الاعتکاف باب ثواب الاعتکاف صفحہ 127)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے والے کے متعلق فرمایا کہ معتکف اعتکاف کی وجہ سے جملہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اُسے ان نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اعتکاف سے پہلے بجالائی تھیں اسی طرح اجر ملتا رہتا ہے جیسا کہ وہ اب بھی انہیں بجالا رہا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْمُ مِنَ الَّیْلِ حَتّٰی تَتَفَطَّرَ قَدَمَاہُ فَقُلْتُ لَہٗ: لِمَ تَصْنَعُ ھٰذَایَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ؟ قَالَ: اَفَلَاَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الفتح، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ رات کو اٹھ کر نماز پڑھتے یہاں تک کہ آپؐ کے پاؤں متورم ہو کر پھٹ جاتے۔ ایک دفعہ میں نے آپؐ سے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کیوں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اگلے پچھلے سب قصور معاف فرمادیئے ہیں یعنی ہر قسم کی غلطیوں اور لغزشوں سے محفوظ رکھنے کا ذمہ لے لیا ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کیا میں یہ نہ چاہوں کہ اپنے ربّ کے فضل واحسان پر اس کا شکر گزار بندہ بنوں۔

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بیمار اور مسافر کے روزہ رکھنے کا ذکر تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا کہ شیخ ابن عربی کا قول ہے کہ اگر کوئی بیمار یا مسافر روزہ کے دنوں میں روزہ رکھ لے تو پھر اسے صحت پانے پر رمضان کے گزرنے کے بعد وہ روزہ رکھنا فرض ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ (البقرۃ: 185) جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ ماہ رمضان کے بعد کے دنوں میں روزے رکھے۔ اس میں خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو مریض یا مسافر اپنی ضد سے یا اپنے دل کی خواہش کو پورا کرنے کیلئے انہی ایام میں روزے رکھے تو پھر بعد میں رکھنے کی اس کو ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ کا صریح حکم یہ ہے کہ وہ بعد میں روزے رکھے۔ بعد کے روزے اس پر بہر حال فرض ہیں۔ درمیان کے روزے اگر وہ رکھے تو یہ امر زائد ہے اور اس کے دل کی خواہش ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ کا وہ حکم جو بعد میں رکھنے کے متعلق ہے ٹل نہیں سکتا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:

''جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ رمضان میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیئے کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔

صرف فدیہ تو شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہو سکتا ہے جو روزہ کی طاقت کبھی بھی نہیں رکھتے ورنہ عوام کے واسطے جو صحت پا کر روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھول دینا ہے۔ جس دین میں مجاہدات نہ ہوں وہ دین ہمارے نزدیک کچھ نہیں اس طرح سے خدا تعالیٰ کے بوجھوں کو سر پر سے ٹالنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ تیری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ان کو ہی ہدایت دی جاوے گی۔

خدا تعالیٰ نے دین میں پانچ مجاہدات مقرر فرمائے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقات، حج۔۔۔ دشمن کا ذب اور دفع خواہ سیفی ہو خواہ قلمی یہ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں۔۔۔ کو چاہیئے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں۔ بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے رہتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہاں دائمی روزے رکھنا منع ہیں۔ یعنی ایسا نہیں چاہیئے کہ آدمی ہمیشہ روزے ہی رکھتا رہے بلکہ ایسا کرنا چاہیئے کہ نفلی روزہ کبھی رکھے اور کبھی چھوڑے۔ (ملفوظات جلد پنجم)

ہم لیلۃ القدر کے دونوں معنوں کو مانتے ہیں ایک وہ جو عرف عام میں ہیں کہ بعض راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ خدا تعالیٰ ان میں دعائیں قبول کرتا ہے اور ایک اس سے مراد تاریکی کے زمانہ کی ہے جس میں عام ظلمت پھیل جاتی ہے حقیقی دین کا نام و نشان نہیں رہتا۔ اس میں جو شخص خدا تعالیٰ کے سچے متلاشی ہوتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں وہ بڑے قابل قدر ہوتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک بادشاہ ہو اور اس کا ایک بڑا لشکر ہو دشمن کے مقابلہ کے وقت سب لشکر بھاگ جاوے اور صرف ایک یا دو آدمی رہ جاویں اور انہی کے ذریعہ سے اسے فتح حاصل ہو تو اب دیکھ لو کہ ان ایک یا دو کی بادشاہ کی نظر میں کیا قدر ہو گی۔

پس اس وقت جبکہ ہر طرف دہریت پھیلی ہوئی ہے کوئی تو قول سے اور کوئی عمل سے خدا تعالیٰ کا انکار کر رہا ہے ایسے وقت میں جو خدا تعالیٰ کا حقیقی پرستار ہو گا وہ بڑا قابل قدر ہو گا۔ (ملفوظات جلد سوم)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوب تر
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگار

سو چڑھے سورج نہیں بن رُوئے دلبر روشنی
یہ جہاں بے وصلِ دلبر ہے شبِ تاریک وتار

اے میرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اک بے نظیر
جو تیرے مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار

اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
نقد پالیتے ہیں وہ اور دوسرے امیدوار

کون ہے جس کے عمل ہوں پاک بے انوارِ عشق
کون کرتا ہے وفا بن اس کے جس کا دل فگار

غیر ہو کر غیر پر مرنا کسی کو کیا غرض
کون دیوانہ بنے اس راہ میں لیل ونہار

کون چھوڑے خوابِ شیریں کون چھوڑے اکل وشرب
کون لے خارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار

اے میرے پیارے بتا تو کس طرح خوشنود ہو
نیک دن ہوگا وہی جب تجھ پہ ہوویں ہم نثار

جس طرح تُو دُور ہے لوگوں سے میں بھی دُور ہوں
ہے نہیں کوئی بھی جو ہو میرے دل کا رازدار

نیک ظن کرنا طریقِ صالحانِ قوم ہے
لیک سو پردے میں ہوں اُن سے نہیں ہوں آشکار

ابنِ مریم ہوں مگر اُترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

ملک سے مجھ کو نہیں مطلب نہ جنگوں سے ہے کام
کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نَے دیار

تاج وتختِ ہند قیصر کو مبارک ہو مدام
اُن کی شاہی میں مَیں پاتا ہوں رفاہِ روزگار

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نِقار

کام کیا عزت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض
گر وُہ ذلّت سے ہو راضی اُس پہ سو عزّت نثار

ہم اُسی کے ہوگئے ہیں جو ہمارا ہوگیا
چھوڑ کر دنیائے دُوں کو ہم نے پایا وہ نگار

دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرشِ ربّ العالمیں
قُرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مُجھ میں یار

خطبہ جمعہ

یہ مہینہ خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول، گناہوں کی بخشش اور قبولیت دعا کا مہینہ ہے

اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے واسطے دعائوں میں لگے رہو۔

اپنی دعاؤں کو اس طریق پر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ایسی دعائیں کروانی چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر لے جانے والی ہوں اور اللہ کا قرب دلانے والی ہوں۔

(دعائوں کی قبولیت کے لئے قرآن مجید ،احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے حوالہ سے بعض اہم شرائط کا بیان)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 28 ستمبر 2007 بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○

(سورة البقره : 187)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم رمضان سے گزر رہے ہیں۔ جس کا آج سولہواں روزہ ہے۔ یہاں تو باقی چودہ دن رہ گئے ہیں۔ باقی دنیا میں بھی چاند دیکھنے کے بعد جہاں عید کا فیصلہ ہوتا ہے۔ کہیں تیرہ روزے بقایا رہ گئے ہیں، کہیں چودہ روزے۔ تو بہر حال اللہ تعالیٰ نے یہ مہینہ ہماری روحانی اور اخلاقی حالتوں کو سدھارنے کے لئے اپنی رضا کے حصول کی کوشش کے لئے، ہماری بخشش کے سامان مہیا فرمانے کے لئے، ہماری دعاؤں کی قبولیت کے لئے خاص طور پر مقرر فرمایا ہے۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ ہے۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً مَیں قریب ہوں۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

یہ آیت قرآن کریم میں ان آیات کے بیچ میں رکھی گئی ہے جن میں

رمضان کے روزوں کی فرضیت اور اس سے متعلقہ دوسرے احکام ہیں۔ پس اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مہینہ خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول، گناہوں کی بخشش اور قبولیت دعا کا مہینہ ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا ہلاک ہوا وہ شخص جس نے رمضان کو پایا اور وہ بخشا نہ گیا۔

(سنن ترمذی کتاب الدعوات باب قول رسول رغم انف رجل)

پھر ایک حدیث ہے۔ جو حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھتا ہے، اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم۔ باب فضل من قام رمضان)

تو یہ گناہوں کی بخشش کے خاص نظارے ہمیں اس لئے نظر آتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے روزوں کے مجاہدے کے ساتھ ایک خاص توجہ سے، خالص اس کا ہوتے ہوئے، اپنے حضور جھکنے والوں کو ایک مقام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تلاش کرنے والوں، اسے پکارنے والوں کو جواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ گو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی ہر وقت ہی ان لوگوں کی دعاؤں کو سنتا ہے جو خالص اس کا ہوتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔ لیکن رمضان میں ایک خاص ماحول عبادات کا بن جاتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ اس مہینے میں پہلے سے بڑھ کر اپنے بندوں کی پکار سن رہا ہوتا ہے۔

جیسا کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے، اس میں رمضان کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں شعبان کے آخری روز مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظیم اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہونا چاہتا ہے اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے رکھنے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام کرنے کو نفل ٹھہرایا ہے۔ هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّآخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔ وہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی عشرہ رحمت ہے، درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے اور آخری عشرہ جہنم سے نجات دلانے والا ہے اور جس نے اس میں کسی روزے دار کو سیر کیا اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا مشروب پلائے گا کہ اسے جنت میں داخل ہونے سے پہلے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

(کنز العمال جلد 8 فصل فی فضلہ وفضل رمضان)

پس رحمت کے دن بھی گزر گئے اور اب ہم مغفرت کے دنوں سے گزر رہے ہیں اور چند دن بعد، تین چار دن بعد آخری عشرہ شروع ہونے والا ہے جو جہنم سے نجات دلانے والا ہے۔ اس میں وہ رات بھی ہے جو دعاؤں کی قبولیت کی رات ہے اور خاص رات ہے، اس میں جس کو وہ رات میسر آ جائے اللہ تعالیٰ اس کی کی ہوئی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ پس یہ چند دن ہمیں اب اس طرف توجہ دلانے والے ہونے چاہئیں کہ اس مہینے کے فیض سے فیضیاب ہونے کی کوشش کریں۔ اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کی مغفرت کی چادر میں لپٹنے کی کوشش کریں۔ اپنے آپ کو اس زندگی میں بھی دنیاداری کی غلاظتوں کی جہنم سے نکالنے کی کوشش کریں اور آخرت کی جہنم سے بھی اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں۔ اپنے اس تمام قدرتوں والے خدا کی تلاش کریں جو اپنے بندے کی پکار پہ کہتا ہے کہ اِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ لیکن یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بعض شرائط رکھی ہیں ان شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے تبھی اس کی رحمت حاصل ہوگی۔ تبھی اس کی مغفرت کی چادر میں اپنے آپ کو لپیٹنے والے ہوں گے۔ تبھی ہر قسم کی جہنم سے اپنے آپ کو دور کرنے والے ہوں گے اور تبھی ہم اپنی دعاؤں کے قبول ہونے کے نظارے دیکھیں گے۔

اس آیت کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''جب میرے بندے میرے بارہ میں سوال کریں تو ان کو کہہ دے کہ مَیں نزدیک ہوں۔ یعنی جب وہ لوگ جو اللہ رسول پر ایمان لائے ہیں یہ

پتہ پوچھنا چاہیں کہ خدا تعالیٰ ہم سے کیا عنایات رکھتا ہے جو ہم سے مخصوص ہوں اور غیروں میں نہ پائی جاویں۔ تو ان کو کہہ دے کہ مَیں نزدیک ہوں یعنی تم میں اور تمہارے غیروں میں یہ فرق ہے کہ تم میرے مخصوص اور قریب ہو اور دوسرے مہجور اور دُور ہیں۔ جب کوئی دُعا کرنے والوں میں سے، جو تم میں سے دُعا کرتے ہیں، دُعا کرے تو مَیں اس کا جواب دیتا ہوں۔ یعنی مَیں اس کا ہم کلام ہو جاتا ہوں اور اس سے باتیں کرتا ہوں اور اس کی دعا کو پایۂ قبولیت میں جگہ دیتا ہوں۔ پس چاہئے کہ قبول کریں حکم میرے کو اور ایمان لاویں تاکہ بھلائی پاویں‘‘۔

(جنگ مقدس ۔روحانی خزائن جلد 6صفحہ 146 مطبوعہ لندن)

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گو کہ تمہیں یہ ماحول بھی میسر آ گیا ہے جو دعاؤں کی قبولیت کا ماحول ہے۔ اس مہینہ میں شیطان جکڑا بھی گیا ہے، جنت بھی قریب کر دی گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود فیض وہی پائے گا جو میری شرائط کی پابندی کرے گا جن میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس یقین پر قائم ہو کہ خدا ہے۔ خدا کی ذات پر ایسا پختہ یقین ہو جس کو کوئی چیز بھی ہلا نہ سکے۔ یہ یقین ہو کہ زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ ہے اس کو پیدا کرنے والا ایک خدا ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے، ہر چیز کا مالک ہے، ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس نے اپنی ربوبیت کی وجہ سے بلا امتیاز مذہب اور قوم ہر ایک کی جسمانی ضروریات کا خیال رکھا ہوا ہے حتّٰی کہ چرند پرند بھی سب اس کی ربوبیت سے فیض پا رہے ہیں۔ ہوا پانی روشنی کھانے پینے کی چیزیں اس نے سب کو مہیا کی ہوئی ہیں۔ وہ تمام صفات کا جامع ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ پس پہلی شرط یہ ہے کہ جامع الصفات خدا پر پختہ یقین ہو۔

دوسری بات یہ کہ صرف یہ یقین نہیں کہ خدا ہے، کوئی پیدا کرنے والا ہے بلکہ اس پر ایمان بھی کامل ہو اور یہی کوشش ہو کہ اب جو بھی ایمان ہمیں میسر ہے اور جو بھی ہماری دعائیں ہیں وہ اس نے ہی قبول کرنی ہیں اور اس کو حاصل کرنے کی ہم نے کوشش کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وصل ڈھونڈنے کی ہم نے کوشش کرنی ہے۔ اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اس کے لئے ہم نے اپنے اندر تقویٰ پیدا کرنا ہے، خدا ترسی پیدا کرنی ہے، اپنے آپ کو پاک کرنا ہے۔ اور یہی ایمان کامل کرنے کا ذریعہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’پس چاہئے کہ اپنے تئیں ایسے بناویں کہ مَیں اُن سے ہمکلام ہو سکوں‘‘۔

(لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد 20صفحہ159)

اور یہ مقام جو ہے ایمان کامل ہونے پر ہی ملتا ہے۔ اس لئے ایمان کامل کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ یعنی اس بات پر ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے انہیں قبول کرتا ہے بلکہ جب ایمان میں ترقی ہوتی ہے، اس کا قرب حاصل ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ بندے سے بولتا بھی ہے۔ رحمانیت کی وجہ سے یا اس کے صدقے جو خدا تعالیٰ نے انعامات کئے ہیں، جب بندہ اس کے قریب ہوتا ہے، جب ایمان میں ترقی کرتا ہے تو رحیمیت کے جلوے بھی وہ دکھاتا ہے۔ قبولیت دعا کے جلوے بھی دکھاتا ہے۔ یہ پختہ ایمان بھی اللہ تعالیٰ پر ہو۔ پھر دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔

پھر تیسری بات یہ کہ ایمان بھی کامل ہو۔ گو کہ تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں لیکن اب اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی ﷺ کو فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ اب تیرے ساتھ جڑ کر ہی دنیا قبولیتِ دُعا کے نظارے دیکھ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے ساتھ تعلق اب اسی کا ہو گا جو میرے نبی پر کامل ایمان لانے والا ہو گا۔ فرمایا وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ یعنی جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں اور اے محمد ﷺ تو ہی ہے جو میرے بندوں کی حقیقی رہنمائی کر سکتا ہے، ان بندوں کو راستہ دکھا سکتا ہے جو میری تلاش میں ہیں۔ اس لئے آنحضرت ﷺ پر بھی ایمان کامل ہو گا تو خدا تعالیٰ تک رسائی ہو گی۔ باقی مذاہب بھولی بسری یادیں بن چکے ہیں۔ گو تمام انبیاء پر ایمان بھی ضروری ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے راستے دکھانے کا اختیار صرف اب اے محمد ﷺ! تجھے ہی ہے اور تجھ پر ایمان یہ تقاضا کرتا ہے کہ تیری بتائی ہوئی جو پیشگوئیاں ہیں ان پر بھی کامل یقین ہو۔ اس بات پر بھی

یقین ہواوراس پر ایمان بھی ہو کہ نشانات اور پیشگوئیاں پوری ہونے پر تیرے غلام صادق کو جب خدا تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا ہے تو اس کو ماننا بھی ایمان کی ایک شرط ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانیں گے وہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر کامل ایمان لانے والے ہوں گے اور وہی قبولیت دعا کے نظارے پہلے سے بڑھ کر مشاہدہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہی لوگ ہیں جو میری ''اِنِّیْ قَرِیْبٌ'' کی آواز سنیں گے۔

پھر چوتھی بات یہ کہ سوال خدا کی رضا کے حصول کے لئے ہو، خدا کو پانے کے لئے ہو۔ یہ خواہش ہو کہ خدا تعالیٰ مجھے مل جائے۔ جب اس نیت سے سوال ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرے بارے میں سوال ہوگا، میری لقاء حاصل کرنے کے لئے سوال ہوگا تو بندہ مجھے قریب پائے گا۔ اگر خدا کو پکارنے کا مقصد صرف اپنی دنیاوی ضروریات کو پورا کرنا ہی ہوگا۔ اگر خدا صرف اس وقت یاد آئے گا جب کوئی دنیاوی خواہش پوری کرنی ہو، نہ کہ اللہ تعالیٰ کا وصال اور اس کا پیار حاصل کرنا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو پھر یکطرفہ بات ہوگی۔ یہ تو خودغرضی ہے۔ اگر میرا جواب سننا ہے تو فَلْیَسْتَجِیْبُوْالِیْ پر بھی عمل کرنا ہوگا۔ میری بات پر لبیک کہنا ہوگا۔ تبھی تمہیں میری طرف سے جواب بھی ملے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چاہئے کہ میرے حکموں کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لاویں۔ تا کہ ان کا بھلا ہو''۔

(پیغام صلح۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 472)

پھر دُعا کی قبولیت کے لئے پانچویں بات یہ ہے کہ انسان تمام گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ یعنی مَیں توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ اس اقرار کو جائز قرار دیتا ہے جو کہ سچے دل سے توبہ کرنے والا کرتا ہے''۔ فرماتے ہیں کہ ''اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے اس قسم کا اقرار نہ ہوتا تو پھر توبہ کا منظور ہونا ایک مشکل امر تھا۔ سچے دل سے جو اقرار کیا جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر خدا تعالیٰ بھی اپنے تمام وعدے پورے کرتا ہے جو اس نے توبہ کرنے والوں کے ساتھ کئے ہیں اور اسی وقت سے ایک نور کی تجلّی اس کے دل میں شروع ہو جاتی ہے جب انسان یہ اقرار کرتا ہے کہ مَیں تمام گناہوں سے بچوں گا اور دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا''۔

(البدر۔ جلد 2 نمبر 14 مورخہ 24/اپریل 1903ء صفحہ 107)

پس جب گناہوں سے بچنے کی کوشش ہوگی اور ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارا بھی جا رہا ہوگا کہ اے خدا تو کہاں ہے؟ میں تیرے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں، ان گناہوں سے چھٹکارا پانے کی دعا کرتا ہوں، آ اور مجھے ان سے چھٹکارا دلا۔ تو یہ دُعا پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کو کھینچنے والی ہوگی اور قبولیت کا درجہ پائے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف خالص ہو کر جھکنے والا بندہ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ کی آواز سنے گا۔ پس گناہوں سے نجات حاصل کرنے کی دعا بھی اللہ تعالیٰ کا عبد بنانے کے لئے دعاؤں کی قبولیت کے لئے ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''یاد رکھو کہ سب سے اوّل اور ضروری دعا یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے پاک صاف کرنے کی دعا کرے۔ ساری دعاؤں کا اصل اور جزو یہی دعا ہے کیونکہ جب یہ دعا قبول ہو جاوے اور انسان ہر قسم کی گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک صاف ہو کر خدا تعالیٰ کی نظر میں مطہر ہو جاوے تو پھر دوسری دعائیں جو اس کی حاجات ضروریہ کے متعلق ہوتی ہیں وہ اس کو مانگنی بھی نہیں پڑتیں، وہ خود بخود قبول ہوتی چلی جاتی ہیں''۔

(ملفوظات جلد 5 جدید ایڈیشن)

پس اپنی دوسری حاجات بھی اگر پوری کرنی ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے اس نسخے پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسے آپؑ فرماتے ہیں۔ ''تم اپنے آپ کو پاک کرنے کی کوشش اور اس کے

لئے دعا کرو تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی ہر مشکل گھڑی میں اس کے کام آئے گا۔ اس کو اِنِّیْ قَرِیْبٌ کا نظارہ دکھائے گا اور اسے اپنی آغوش میں لے گا، ضروریات اس کی پوری کرے گا۔

پھر یہ بات پہلے بھی آ گئی ہے لیکن اس کو علیحدہ بھی رکھا جاتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قبولیت دعا کے لئے دین کو دنیا پر مقدم کرنا بھی ضروری ہے۔ دین کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے دنیا کی لہو ولعب چھوڑنا ضروری ہے۔ ہمارے عہد میں بھی ایک فقرہ ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا، خدام الاحمدیہ کے عہد میں بھی ہے۔ اسی طرح آٹھویں شرط بیعت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی ہے وہ یہ ہے کہ ''یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا''۔ پس یہ ہے دین کو دنیا پر مقدم سمجھنا کہ ایک انسان، ایک احمدی کو، اپنے ہر عمل سے جو بھی عمل وہ کرتا ہے اس سے پہلے یہ خیال رہے کہ مَیں مسلمان ہوں۔ مَیں وہ مسلمان ہوں جس نے آنحضرت ﷺ کے غلام صادق کو بھی مانا ہوا ہے۔ اس لئے میری یہ کوشش ہے کہ میرے سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جس سے دین کی عزت پر کوئی حرف آتا ہے۔ مجھے اپنی اور اپنے خاندان سے زیادہ اللہ کے دین کی عزت پیاری ہے۔ دین کی عزت کی خاطر اگر دنیاوی نقصان اٹھانا پڑے تو اس سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ یہ عہد کرے ہر احمدی تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں بھی دعاؤں کو سنوں گا اور قبولیت دعا کے نظارے دکھاؤں گا۔

پھر ساتویں بات یہ ہے کہ ''اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے واسطے دعاؤں میں لگے رہو''۔

(الحکم جلد 9 نمبر 2 مورخہ 13/جنوری 1905ء صفحہ 3)

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ ہیں اور مستقل مزاجی سے یہ حالت جاری رہنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے واسطے دعاؤں میں لگے رہو''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 207۔ جدید ایڈیشن)

پس اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ یعنی چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ اس بات کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی عملی حالتوں کو سنوارنے کی اور بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی ایمانی حالتوں کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ قرب پانے کے لئے بھی دعاؤں کی ضرورت ہے اور یہ ایک ایسی دعا ہے جو باقی دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ بنتی ہے۔ مومن کا قدم ایک جگہ پر رُک نہیں جاتا۔ جب ایک مومن نیک اعمال بجالاتا ہے تو ان میں بھی مختلف درجے ہیں۔ ترقی کا میدان کھلا ہے۔ ایک مومن جب ایمان لاتا ہے تو ایمان میں بڑھنے کے درجے ہیں۔ پس دعاؤں کی قبولیت کے لئے ان درجوں میں بڑھنے کی کوشش اور دعا ہونی چاہئے۔ جتنے درجے بڑھیں گے اتنا خدا کا قرب حاصل ہوگا، اتنی جلدی بندے کو اس کی پکار کا جواب ملے گا۔

پھر آٹھویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قانون قدرت بنایا ہوا ہے اس کے اندر رہتے ہوئے دعا ہو تو وہ دعا سنی جاتی ہے۔ اگر اس سے باہر ہے تو وہ دعا قبولیت کا درجہ نہیں رکھتی۔ جتنا بھی انسان چیختا چلا تا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَیں تمہاری وہی دعائیں سنوں گا جو میری تعلیم اور قانون کے اندر رہتے ہوئے ہوں۔ پس دعاؤں کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری ضروری شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حقوق العباد ادا کرو۔ ایک حکم یہ ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے قرآن کریم میں اس کے مختلف احکامات ہیں۔ لیکن اگر ایک انسان دوسرے کے حقوق غصب کر رہا ہو اور پھر اللہ سے مانگے کہ مَیں تو دوسروں کے حقوق غصب کر رہا ہوں پر تُو مجھ پر رحم فرما تو یہ دعا قبول نہیں ہوتی۔

بعض باپ ماؤں سے بچے چھین لیتے ہیں یا بعض مائیں باپوں کو بچوں کے ذریعہ تکلیف پہنچاتی ہیں اور نہ صرف یہ کہ دونوں طرف کے لوگ خود

یہ دعا کر رہے ہوتے ہیں کہ بچوں سے باپ کا یا ماں کا سایہ دُور رہے بلکہ مجھے بھی دعا کے لئے لکھتے ہیں کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ماں کے یا باپ کے سائے سے محروم رکھے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حکم تو یہ ہے کہ نہ ماں کو بچے کی وجہ سے تکلیف دو، نہ باپ کو بچے کی وجہ سے تکلیف دو اور جب ایسے جھگڑے ہوتے ہیں اور قضاء میں مقدمے بھی جاتے ہیں۔ دونوں طرف سے حقوق کا تعین بھی ہو جاتا ہے، پھر ایسی دعائیں کر رہے ہوتے ہیں، ایک دوسرے کے حقوق غصب کر رہے ہوتے ہیں۔ تو ایسی جو دعائیں ہیں اس عمل کے بعد پھر وہ بھی قبولیت کا درجہ نہیں پاتیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی تعلیم کے خلاف کاموں کو قبول نہیں کرتا، قبولیت کا درجہ نہیں دیتا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی لکھا ہے کہ ایک شخص خانہ کعبہ میں حج پر گیا اور یہ دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ میری محبوبہ کا خاوند اس سے ناراض ہو جائے تا کہ وہ مجھے مل جائے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک چور نے بتایا کہ مَیں چوری پر جانے سے پہلے دو نفل نماز پڑھتا ہوں کہ اللہ میاں مجھے کامیابی عطا کرے۔ یعنی نعوذ باللہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے ظلم اور بدکاری میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح بعض نام نہاد پیر ہیں اور بزرگ ہیں وہ بھی اپنی دعاؤں کی قبولیت کے دعوے کرتے ہیں۔ بعض جاہل ان سے بڑے متاثر ہو رہے ہیں۔ بعض ایسی کہانیاں قبولیت دعا کی اپنی بیان کر رہے ہوتے ہیں جو سراسر جھوٹی اور خلاف عقل اور خلاف قانون شریعت ہوتی ہیں۔ اسی طرح ٹونے ٹوٹکے کرنے والے لوگ ہیں۔ جاہلوں کو بے وقوف بناتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نہ تو ایسی دعاؤں کو سنتا ہے اور نہ ہی ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے قریبی ہیں یہ سب جھوٹے دعوے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم احمدی جنہوں نے زمانے کے امام کو مانا ہے اس جہالت سے پاک ہیں۔ پس اپنی دعاؤں کو اس طریق پر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ایسی دعائیں کروانی چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر لے جانے والی ہوں اور اللہ کا قرب دلانے والی ہوں۔

پھر نویں بات جو دعاؤں کی قبولیت کے لئے ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہئے یہ ہے کہ دعائیں صرف تکلیف اور تنگی کے وقت نہ مانگی جائیں۔ ایسے حالات میں نہ ہوں کہ جب تکلیف اور تنگی پہنچی تو دعائیں کی جا رہی ہوں بلکہ امن اور اچھے حالات میں بھی خدا کو یاد رکھا جائے۔ صرف رمضان میں ہی نیک اعمال کی طرف توجہ پیدا نہ ہو بلکہ عام دنوں میں بھی نیکیوں کی طرف توجہ ہو تو پھر رمضان میں کی گئی دعائیں بھی پہلے سے بڑھ کر قبولیت کا درجہ پانے والی ہوتی ہیں۔

پھر دسویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق دعا کرنے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس میں جلد بازی نہ ہو۔ تھوڑے عرصے کے بعد بندہ تھک نہ جائے کہ مَیں نے دعا کی اور قبول نہیں ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یاد رکھو کوئی آدمی کبھی دعا سے فیض نہیں اٹھا سکتا۔ جب تک وہ صبر میں حد نہ کر دے اور استقلال کے ساتھ دعاؤں میں لگا نہ رہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ ”دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کا پیارا بیٹا یوسف علیہ السلام جب بھائیوں کی شرارت سے ان سے الگ ہو گیا تو آپ چالیس برس تک اس کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ اگر وہ جلد باز ہوتے تو کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوتا۔ چالیس برس تک دعاؤں میں لگے رہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان رکھا۔ آخر چالیس برس کے بعد وہ دعائیں کھینچ کر یوسف کو لے ہی آئیں۔ اس عرصہ دراز میں بعض ملامت کرنے والوں نے یہ بھی کہا کہ تُو یوسف کو بے فائدہ یاد کرتا ہے۔ مگر انہوں نے یہی کہا کہ مَیں خدا سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے“۔ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے اگر دعاؤں میں محروم رکھنا ہوتا تو وہ جلد جواب دے دیتا“۔ نبی کو جواب دے دیتا۔ عام انسان کی نسبت، ایک عام مومن کی نسبت، نبی کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بہت زیادہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں ”مگر اس سلسلے کا لمبا ہونا قبولیت کی دلیل ہے کیونکہ کریم سائل کو دیر تک بٹھا کر کبھی محروم نہیں کرتا بلکہ بخیل سے بخیل بھی ایسا نہیں کرتا۔ وہ بھی سائل کو اگر زیادہ دیر تک دروازے پر بٹھائے تو آخر اُس کو کچھ نہ کچھ دے ہی دیتا ہے“۔

(الحکم جلد 6 نمبر 46 مورخہ 24/دسمبر 1902ء صفحہ 2۔ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد نمبر 2 صفحہ 724)

اللہ تعالیٰ تو بہت کریم ہے۔ جتنی دیر تک دعائیں مانگتے رہو یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ انکار کردے بلکہ جو کنجوس ترین آدمی ہے اس کے دروازے پر بھی جاؤ تو اگر مانگنے والا لمبا عرصہ بیٹھا رہا تو وہ بھی کچھ نہ کچھ اس کو دے دیتا ہے۔ پس مستقل مزاجی اور صبر بھی دعا کرنے کی بہت اہم شرط ہے۔ یہی الٰہی جماعتوں کا ہمیشہ وطیرہ رہا ہے۔ جتنا زیادہ دعا کا موقع ملتا ہے اللہ کا بھی یہ سلوک رہا ہے کہ اتنے زیادہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دروازے کھلتے ہیں۔ پس پاکستان میں بھی اور بعض دوسرے ممالک میں بھی جہاں احمدیوں پر تنگیاں وارد کی جارہی ہیں اُن کو یہ فکر نہیں کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑے رکھیں، انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی اور ضرور آئے گی اور ظلمت کے تمام بادل چھٹ جائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی گھٹائیں آئیں گی، انشاء اللہ۔ گو ابھی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ہر احمدی کا ہاتھ تھاما ہوا ہے لیکن پہلے سے بڑھ کر اس کے نظارے دیکھیں گے۔ اس رمضان سے بھی فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے در پر پڑ جائیں کہ اللہ تعالیٰ ان دنوں میں ہمارے قریب تر آیا ہوا ہے۔ یہ ابتلاؤں کی گرمی اور رمضان کی گرمی یقیناً ہماری دعاؤں کو قبولیت کا درجہ دلانے والی ہیں۔ پس ہر احمدی کو پہلے سے بڑھ کر اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

پھر دعا کی قبولیت کے لئے گیارھویں بات یہ ہے کہ دعا کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ تضرع اور زاری کی جائے، ایسی تضرع اور زاری جو بچے کی طرح آہ و بکا کرنے والی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ”بچہ تو دعا کا نام بھی نہیں جانتا لیکن یہ کیا سبب ہے کہ اس کی چیخیں دودھ کو جذب کر لاتی ہیں؟۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل صفحہ652)۔

جب وہ پکارتا ہے تو ماں کے دُودھ کو کھینچ لاتا ہے۔ یہ مثال دے کر آپؑ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ تضرع اور زاری سے کی گئی دعائیں جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہیں اور پھر قبولیت کا درجہ پاتی ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں: مَیں سچ کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری چلاہٹ ایسی ہی اضطراری ہو۔ تو وہ اس کے فضل اور رحم کو جوش دلاتی ہے اور اس کو کھینچ لاتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں: چاہئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نہایت تضرع اور زاری اور ابتہال کے ساتھ خدا کے حضور اپنی مشکلات پیش کرے اور ایسی دعا کو اس حد تک پہنچاوے کہ ایک موت کی سی صورت واقع ہوجائے، اس وقت دعا قبولیت کے درجہ تک پہنچتی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے، اس کی باتوں پر لبیک کہتے ہوئے، اس پر ایمان کامل کرتے ہوئے جو دعائیں کی جائیں گی، وہ خدا تعالیٰ کے حضور سے جواب پانے والی ہوں گی۔ اور پھر فرمایا کہ ایسے لوگ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جو یَرْشُدُوْنَ کے زمرہ میں آتے ہیں تو پھر ہدایت یافتہ ہوں گے۔ ان کو جو راستہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا بتا دیا اس پر وہ ہمیشہ کے لئے چلتے چلے جائیں گے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر لبیک کہنے والے ہوں گے۔ ایمان میں ترقی کی منازل طے کرتے چلے جانے والے ہوں گے۔ پھر وہ یہ سوال نہیں کریں گے کہ بتا اللہ کہاں ہے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کے دامن سے جڑ کر وہ اعلیٰ معیار کو حاصل کرتے ہوئے اپنے محبوب کو آمنے سامنے دیکھنے والے ہوں گے۔ وہ آنحضرت ﷺ کی حدیث کے مطابق اس مقام سے ترقی کریں گے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے بلکہ وہ اپنی عبادتوں میں وہ معیار حاصل کرنے والے ہوں گے جس میں وہ بھی خدا کو دیکھ رہے ہوں گے۔

پس اس رمضان میں ہمیں یہ معیار حاصل کرنے چاہئیں۔ جب ہم یہ معیار حاصل کرلیں تو ہماری نمازیں اللہ تعالیٰ کا قرب پاتے ہوئے روزے کی معراج بن جائیں گی اور ہمارے روزے ہماری نمازوں کی معراج بن جائیں گے۔

رمضان جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ رمض سے نکلا ہے اور رمض سورج کی تپش کو کہتے ہیں اور رمضان میں دو تپشیں ہیں۔ ایک کھانا پینا اور جسمانی لذتوں کو چھوڑنا اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک جوش پیدا ہونا۔

پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ کہ میری آواز پر لبیک کہو۔ ہم اس تپش پر جو رمضان نے ہمارے اندر پیدا کر دی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ان روزوں اور ان عبادتوں سے فیض اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے عمل کریں اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر پہلے سے بڑھ کر عمل کرنے والے بنیں کہ اپنے مقصد پیدائش کو سمجھتے ہوئے میری عبادت کی طرف توجہ دو۔ پھر حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دو۔ حقوق العباد کی ادائیگی بھی اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے ایک حکم ہے۔ بلکہ جو بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کرتا۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنے کے لئے کہ میرے بندے میری آواز پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں ۔ ہر دو قسم کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے جیسا کہ مَیں پہلے بتا کر آیا ہوں۔ تبھی ہم حقیقی ہدایت یافتہ کہلانے والے ہوں گے۔ تبھی خدا تعالیٰ ہماری باتوں کا جواب دے گا۔

پس یہ جو کہا جاتا ہے کہ قرآن رمضان کے بارہ میں اترا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے احکامات اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ دلانے والے اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلانے والے ہیں۔ رمضان میں ایک مومن اس طرف خاص طور پر توجہ پیدا کرے۔ ان ہر دو حقوق کی ادائیگی کے لئے ایک جوش پیدا کرے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دلاتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص روزے دار کا روزہ افطار کروائے اس کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جاتی ہے۔ اور رمضان کے دنوں میں خود آنحضرت ﷺ کا اپنا عمل بھی کیا تھا۔ روایت میں آتا ہے کہ رمضان میں صدقہ خیرات اور دوسروں کی مدد میں اپنا ہاتھ اتنا کھلا کر لیتے تھے کہ جس طرح ایک تیز ہوا چل رہی ہوتی ہے اسی طرح آپ خرچ کر رہے ہوتے۔

(بخاری کتاب الصوم۔ باب وجود ما کان النبی ﷺ یکون فی رمضان)

یہ اس لئے تھا کہ حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا حکم بھی ہے، اس پر بھی رمضان میں پہلے سے بڑھ کر عمل ہو۔

پس ہر مومن کا بھی فرض ہے کہ ایمان میں ترقی کے لئے اور قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے خاص طور پر اس مہینے میں توجہ دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جیسا کہ مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہر سال رمضان کے روزے مقرر کر کے ہمیں اللہ تعالیٰ یہ توجہ دلاتا ہے کہ یہ مہینہ جس میں قرآن اترا اور یہ احکامات جن کے بارے میں قرآن کریم کی تعلیم ہے اس رمضان میں روحانی ترقی کے لئے روزے رکھتے ہوئے ، روحانی ترقی میں ایک تپش پیدا کرتے ہوئے اس طرف خاص توجہ دو اور ہدایت پانے والوں میں شامل ہو جاؤ۔ ان ہدایت یافتہ لوگوں میں جن کے معیار ہمیشہ اونچے سے اونچے ہوتے جاتے ہیں۔ ان اعمال کے بجالانے میں ایک ذوق پیدا کرو جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں۔ تبھی رمضان تمہیں فائدہ دے گا اور تبھی تم لبیک کہنے والے ہو گے۔ تبھی تم ایمان میں ترقی کرو گے یا کرنے والے کہلاؤ گے۔ تبھی تم ہدایت یافتہ کہلاؤ گے اور تم اللہ تعالیٰ کے پیار کی آواز 'میرے بندے' کا صحیح لقب پانے والے ہو گے۔ تبھی اللہ تعالیٰ کے قرب کے نشان دیکھو گے۔ تبھی اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کے نظارے دیکھو گے اور تبھی اللہ تعالیٰ کی جنتوں میں داخل ہونے والے بن سکو گے۔ پس اس آیت میں اس بات کی وضاحت کر دی کہ کیوں تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں اور کیوں رمضان سے قرآن کی خاص نسبت ہے۔ اس لئے کہ تپش کا ایک خاص ماحول میسر آ کر روزے کے ساتھ قرآن پر غور کر کے، حقوق اللہ اور حقوق العباد پر غور کر کے معیاروں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے اور سال کے دوران جو کوتاہیاں اور سستیاں ہو گئی ہیں ان کا مداوا ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ معیار حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کے خالص بندے سے خدا تعالیٰ نے توقع کی ہے۔ ہم اپنی روحانی تپش کے وہ معیار حاصل کریں جن سے ہماری دعائیں عرش تک پہنچ کر اجابت کا درجہ حاصل کرنے والی ہوں اور ہم اسلام اور احمدیت کا جھنڈا تمام دنیا پر لہراتا ہوا دیکھیں۔

رمضان کا مہینہ استغفار کا مہینہ ھے

سید الاستغفار پڑھنے کی تحریک

جن کو عربی متن یاد رکھنا مشکل ہے وہ مضمون کو حاضر رکھیں

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

آپؒ نے مورخہ 31دسمبر 1998 کو عالمی درس قرآن میں فرمایا کہ رمضان کا مہینہ استغفار کا مہینہ ہے۔ بہت لوگ حاجت روائی کے لئے خط لکھتے ہیں۔ ان کو یاد رہے کہ حاجت براری سے پہلے استغفار ضروری ہے۔ رسول کریم ﷺ کا وعدہ ہے کہ پھر ان کو رزق دیا جائے گا اور تنگیاں دور کردی جائیں گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس شخص کو مبارک ہو جس کے نامہ اعمال میں استغفار بہت پایا گیا۔ حضورؒ نے فرمایا جو استغفار عام لوگ کرتے ہیں وہ اس سے بہت مختلف ہے جو آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ اس ضمن میں حضورؒ نے بخاری کتاب الدعوات سے آنحضرت ﷺ کا استغفار پیش فرمایا اور فرمایا یہ بہت اعلیٰ مضمون ہے جن احباب جماعت کو اس کا عربی متن یاد رکھنا مشکل ہو اس کا ترجمہ اور مضمون حاضر رکھیں اور اپنے الفاظ میں استغفار کیا کریں۔ یہ سید الاستغفار ہے اس کو رمضان کے تحفے کے طور پر یاد رکھیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی یقین کے ساتھ دن کو یہ دعا کرے اور شام سے پہلے مرجائے تو وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔ اسی طرح جو شخص رات کو یہ دعا کرے اور صبح ہونے سے پہلے مرجائے تو وہ بھی اہل جنت میں شامل ہوگا۔ ذیل میں سید الاستغفار کا اصل متن اور ترجمہ درج کیا جارہا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَااِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ، خَلَقْتَنِیْ، وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلیٰ عَھْدِکَ، وَوَعْدِکَ مَااسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ ،اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ، وَاَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِیْ، فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب افضل الاستغفار حدیث نمبر 5831)

ترجمہ: اے اللہ تو میرا ربّ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں حسبِ توفیق تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ میں اپنے عمل کے شرّ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں اپنی ذات پر تیری نعمتوں اور احسانوں کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔ پس تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔

(روزنامہ الفضل 20نومبر 2002)

رمضان کا ہر عشرہ برکتوں سے بھرپور ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پاکیزہ ارشادات

رحمت، مغفرت اور نجات کا مہینہ

حضور نے خطبہ جمعہ 29 اکتوبر 2004 میں فرمایا:

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”رمضان کے مہینہ کا ابتدائی عشرہ رحمت ہے اور درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے اور آخری عشرہ جہنم سے نجات دلانے والا ہے۔“

(صحیح ابن خزیمة کتاب الصیام باب فضل شهر رمضان)

رحمت حاصل کرنے کے پہلے دس دن بھی گزر گئے اور دوسرا عشرہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا عشرہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اپنی طرف بڑھنے والوں کو اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹتا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی اس مغفرت کی چادر میں ان کی برکتوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اور یہ اسی کا فضل اور اسی کی رحمت ہے اور اسی کا انعام ہے کہ ہم اب دوسرے عشرے سے گزر رہے ہیں۔ اس میں جتنی زیادہ سے زیادہ عبادت کر کے اس کے آگے جھک کر، اس سے بخشش مانگتے ہوئے اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے کی کوشش کریں گے، اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں گے، اتنی زیادہ اس کی مغفرت ہمیں اپنی لپیٹ میں لیتی چلی جائے گی اتنے زیادہ اس کی رحمت کے دروازے ہم پر وا ہوتے چلے جائیں گے، ہم پر کھلتے چلے جائیں گے۔ جتنے زیادہ ہم نیکیوں پر قائم ہوتے چلے جائیں گے، اتنا ہی زیادہ ہمیں نیکیوں پر قائم رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرماتا چلا جائے گا۔ اور جتنی زیادہ ہم میں نیکیوں پر قائم ہونے کی طاقت پیدا ہوتی چلی جائے گی اور پھر جب اس طرح اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتے ہوئے اس کی مغفرت طلب کرتے ہوئے آخری عشرے میں ہم داخل ہوں گے تو فرمایا یہ تمہیں آگ سے نجات دلانے کا باعث بن جائے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہو جاؤ گے۔ اور اس وجہ سے آئندہ نیکیوں میں ترقی کرنے والے ہو جاؤ گے۔ اور بدیوں کو ترک کرنے والے ہو جاؤ گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نیک نیتی سے استغفار کرنی ہے۔

استغفار اور توبہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

استغفار اور توبہ دو چیزیں ہیں ایک وجہ سے استغفار کو توبہ پر تقدم حاصل ہے۔“ یعنی استغفار توبہ سے بڑھ کر ہے۔ ” کیونکہ استغفار مدد اور قوت ہے جو خدا سے حاصل کی جاتی ہے اور وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہے۔ عادت اللہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے گا تو خدا تعالیٰ ایک قوت دے دے گا اور پھر اس قوت کے بعد انسان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاوے گا اور نیکیوں کے کرنے کیلئے اس میں ایک قوت پیدا ہو جاوے گی۔ جس کا نام تُوبُوْا اِلَیْہِ ہے اس لئے طبعی طور پر بھی یہی ترتیب ہے غرض اس میں ایک طریق ہے جو سالکوں کیلئے رکھا ہے کہ سالک ہر حال میں خدا سے استمداد چاہے۔ سالک جب تک اللہ تعالیٰ سے قوت نہ پائے گا کیا کر سکے گا۔ توبہ کی توفیق استغفار کے بعد ملتی ہے۔ اگر استغفار نہ ہو تو یقیناً یاد رکھو کہ توبہ کی قوت مر جاتی ہے۔ پھر اگر اس طرح پر استغفار کرو گے اور پھر توبہ کرو گے تو نتیجہ یہ ہوگا:

وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى

اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ یُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ○

(ھود: 4)

یعنی ایک مدت تک تمہیں اللہ تعالیٰ بہترین سامانِ معیشت عطا کرتا رہے گا۔

’’سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ اگر استغفار اور توبہ کرو گے تو اپنے مراتب پالو گے۔ ہر ایک حس کیلئے ایک دائرہ ہے جس میں وہ مدارج ترقی کو حاصل کرتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 68-69)

تو یہ ہے استغفار کی اصل حقیقت جو ہمیں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے سمجھائی۔ پس حدیث میں جو آیا ہے کہ درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے، یہ مغفرت تبھی ہوگی جب اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں گے۔ اور جب ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت مل گئی، بخشش کے سامان ہونے شروع ہو گئے، وہ راضی ہو گیا تو وہ مرتبے بھی مل جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا قرب بھی ہر ایک کو اس کی استعدادوں کے مطابق مل جائے گا۔ کیونکہ ہر ایک میں کوئی چیز پانے کی، کوئی چیز حاصل کرنے کی ایک طاقت ہوتی ہے تو ہر ایک کو اس کے مطابق ہی ترقی ملتی ہے اور استغفار کرنے سے وہ ترقی مل جاتی ہے۔ بہر حال اس کے لئے ہر ایک کو کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا تھا کہ مومنوں کی عبادات میں تیزی رمضان کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر پانے کیلئے بھی آتی ہے۔ اور جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے، آخری عشرہ جہنم سے نجات کا بھی باعث بنتا ہے۔ اس لئے بھی عبادات کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر ان کے حصول کیلئے ہر کوئی اپنی اپنی طاقتوں اور استعدادوں کے مطابق کوشش بھی کرتا رہتا ہے۔

اِعتکاف کے متعلق ہدایات

آخری عشرے میں اعتکاف بھی بیٹھا جاتا ہے، اس لئے اعتکاف کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اعتکاف کے ضمن میں کچھ باتیں اس کے مسائل کے بارے میں اور کچھ باتیں انتظامی لحاظ سے ہیں۔ کچھ بیٹھنے والوں کیلئے ہیں اور کچھ دوسرے لوگوں کیلئے ہیں جن کا ہر احمدی کو خیال رکھنا چاہئے۔

پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ اعتکاف رمضان کی ایک نفلی عبادت ہے۔ اس لئے جگہ کی مناسبت سے، اس کی گنجائش کے مطابق جو مرکزی مساجد ہیں ان میں یا جو بھی اپنے شہر کی مسجد ہو اس میں بھی حالات کے مطابق اعتکاف بیٹھنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا زور ہوتا ہے کہ ہم نے ضرور اعتکاف بیٹھنا ہے اور فلاں مسجد میں ہی ضرور بیٹھنا ہے۔ مثلاً ربوہ میں مسجد مبارک میں یا مسجد اقصیٰ میں بیٹھنا ہے یا یہاں مسجد فضل میں بیٹھنا ہے یا مسجد بیت الفتوح میں بیٹھنا ہے۔ اور پھر اس کیلئے زور بھی دیا جاتا ہے خط پہ خط لکھے جاتے ہیں اور سفارش کرنے کی درخواستیں کی جاتی ہیں۔ تو یہ طریق غلط ہے۔ دعا کی قبولیت تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہو تو کہیں بھی ہو سکتی ہے یہ تو نہیں فرمایا کہ جو اعتکاف بیٹھیں گے ان کو لیلۃ القدر حاصل اور باقیوں کو نہیں ہوگی۔ کسی خاص جگہ سے تو مخصوص نہیں ہے ہاں بعض جگہوں کی ایک اہمیت ہے اور ان کے قرب کی وجہ سے بعض دفعہ جذبات میں خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ سوچ بہر حال غلط ہے کہ ہم نے فلاں جگہ ضرور بیٹھنا ہے۔ بعض دفعہ لوگوں کو صرف یہ خیال ہوتا ہے کہ پچھلے سال فلاں بیٹھا تھا اس لئے اس سال ہمیں باری دی جائے۔ یا اس سال ہم نے ضرور بیٹھنا ہے یہ دیکھا دیکھی والی بات ہو جاتی ہے۔ نیکیوں میں بڑھنے والی بات نہیں رہتی۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے ایک رمضان میں نماز فجر کی ادائیگی کے بعد آپ اپنے خیمہ میں داخل ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے اعتکاف بیٹھنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے بھی اعتکاف کیلئے خیمہ لگا لیا حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کے اعتکاف کرنے کا سنا تو انہوں نے بھی اعتکاف کیلئے خیمہ لگا لیا۔ حضرت زینبؓ نے یہ خبر سنی تو انہوں نے بھی اعتکاف کیلئے خیمہ لگا لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اگلی صبح دیکھا تو چار خیمے لگے ہوئے تھے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا

ہے؟ اس پر آپؐ کو امہات المومنین کا حال بتایا گیا (کہ ہر ایک نے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی خیمہ لگالیا ہے، اس لحاظ سے کہ آنحضرت ﷺ کا قرب حاصل ہو جائے گا) اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو ایسا کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا ہے۔ کیا نیکی نے؟ ان خیموں کو اٹھالو میں ان کو نہ دیکھوں۔ چنانچہ وہ خیمے اکھاڑ دیئے گئے۔ پھر آنحضور ﷺ نے اس رمضان میں اعتکاف نہ کیا۔ اپنا خیمہ بھی اٹھالیا۔ البتہ (اس سال) آپ نے (روایت کے مطابق) آخری عشرہ شوال میں اعتکاف کیا۔

(بخاری کتاب الاعتکاف۔ باب اعتکاف فی شوال)

یہ دیکھا دیکھی والی نیکیاں بدعات بن جاتی ہیں۔ آپؐ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ بدعات پھیلیں۔ نیکیوں کی خواہش تو دل سے پھوٹنی چاہیئے۔ اس کا اظہار اس طرح ہو کہ لگے کہ نیکی کی خواہش دل سے نکل رہی ہے۔ یہ نہ ہو کہ لگ رہا ہو دیکھا دیکھی سب کام ہو رہے ہیں۔ امّہات المؤمنین بھی یقیناً نیکی کی وجہ سے ہی اعتکاف بیٹھی ہوں گی کہ آنحضور ﷺ کے قرب میں ان برکات سے ہم بھی حصہ لے لیں جو ان دنوں میں ہونی ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کو یہ برداشت نہ تھا کہ کسی نیکی سے دکھاوے کا ذرا سا بھی اظہار ہوتا ہو۔ ذرا سا بھی شبہ ہوتا ہو۔ چنانچہ آپؐ نے سب کے خیمے اکھڑوا دیئے۔

پھر آپؐ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ اعتکاف کس طرح بیٹھنا چاہیئے، بیٹھنے والوں اور دوسروں کیلئے کیا کیا پابندیاں ہیں روایت میں آتا ہے کہ آپؐ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا، آپؐ کیلئے کھجور کی خشک شاخوں کا حجرہ بنایا گیا، ایک دن آپؐ نے باہر جھانکتے ہوئے فرمایا، نمازی اپنے ربّ سے راز و نیاز میں مگن ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو سنانے کیلئے قرأت بالجہر نہ کرو۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 67 مطبوعہ بیروت)

یعنی مسجد میں اور بھی لوگ اعتکاف بیٹھے ہونگے اس لئے فرمایا معتکف اپنے اللہ سے راز و نیاز کر رہا ہوتا ہے، دعائیں کر رہا ہوتا ہے۔ قرآن شریف بھی اگر تم نماز میں پڑھ رہے ہو یا ویسے تلاوت کر رہے ہو تو اونچی آواز میں نہ کرو تا کہ دوسرے ڈسٹرب نہ ہوں۔ بلکہ نیچی آواز میں تلاوت کرنی چاہیئے سوائے اس کے کہ اب مثلاً جماعتی نظام کے تحت بعض مساجد میں خاص وقت کیلئے درسوں کا انتظام ہوتا ہے وہ ایک جماعتی نظام کے تحت ہے اس کے علاوہ ہر ایک معتکف کو نہیں چاہیئے کہ اونچی آواز میں تلاوت بھی کرے یا نماز ہی پڑھے۔ کیونکہ اس طرح دوسرے ڈسٹرب ہوتے ہیں۔ تو یہ ہیں احتیاطیں جو آنحضرت ﷺ نے فرمائیں۔ کہاں یہ احتیاطیں اور کہاں اب یہ حال ہے کہ بعض دفعہ پہلے ربوہ میں بھی ہوتا تھا لیکن دوسرے شہروں میں ابھی بھی باہر ہوتا ہے۔ شاید یہاں بھی یہی صورت حال ہو۔ معتکف کیلئے بڑی تکلیف دہ صورتحال ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی عبادت میں مصروف ہوتا ہے پردہ کیلئے ایک چادر ہی ٹانگی ہوتی ہے نا۔ پردہ کے پیچھے سے ایک ہاتھ اندر داخل ہوتا ہے جس میں مٹھائی اور ساتھ پرچی ہوتی ہے کہ میرے لئے دعا کرو یا نمازی سجدے میں پڑا ہوا ہے اوپر سے پردہ خالی ہوتا ہے تو اوپر سے کاغذ آ کر اس کے اوپر گر جاتا ہے (ساتھ نام ہوتا ہے) کہ میرے لئے دعا کرو۔ یا ایک پراسرار آواز پردے کے پیچھے سے آتی ہے آہستہ سے کہ میں فلاں ہوں میرے لئے دعا کرو۔ یہ سب غلط طریقے ہیں۔

پھر شام کو افطاریوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ افطاریاں بڑی بڑی آتی ہیں ٹرے لگ کے، بھر کے، جو معتکف تو کھا نہیں سکتا لیکن مسجد میں ایک شور بھی پڑ جاتا ہے اور گند بھی ہو رہا ہوتا ہے۔ اور پھر جو لوگ افطاریاں بھیج رہے ہوتے ہیں بعض بڑے فخر سے بتاتے بھی ہیں کہ آج میں نے افطاری کا انتظام کیا ہوا تھا۔ کیسی تھی؟ کیا تھا؟ یا دوسروں کو بتا رہے ہیں کہ یہ کچھ تھا۔ میری افطاری بڑی پسند کی گئی۔ پھر اگلے دن دوسرا شخص اس سے بڑھ کر افطاری کا اہتمام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو یہ سب فخر و مباہات کے زمرے میں چیزیں آتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ خدمت کی جائے یہ دکھاوے کی چیزیں بن جاتی ہیں۔ اس لئے یا تو اعتکاف بیٹھنے والا، اپنے گھر سے سحری اور افطاری منگوائے یا جماعتی نظام کے تحت مہیا ہو۔ ناموں کے ساتھ ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ افطاریاں آنی غلط طریق کار ہے۔ یہ کہیں بھی جماعت کی مسجد میں نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے آگے اور بدعتیں پھیلتی چلی جائیں گی۔ ربوہ میں بھی دارالضیافت سے، جو مرکزی مسجد میں بیٹھے ہوتے ہیں ان کیلئے اور میرا خیال ہے دوسری جگہوں پہ بھی۔ (اگر نہیں ہے تو جانی چاہئیں) افطاری و سحری وہیں

سے تیار ہو کر جاتی ہے اور سارے ایک جگہ بیٹھ کے کھا لیتے ہیں۔

پھر بعض لوگ اعتکاف بیٹھ کر بھی کچھ وقت کیلئے دنیا داری کے کام کر لیتے ہیں۔ مثلاً بیٹے کو کہہ دیا، یا اپنے کام کرنے والے کارندے کو کہہ دیا کہ کام کی رپورٹ فلاں وقت مجھ کو دے جایا کرو۔ کاروباری مشورے لینے ہوں تو فلاں وقت آجایا کرو کاروباری مشورے دیا کروں گا۔ یہ طریق بھی غلط ہے۔ سوائے اشد مجبوری کے یہ کام نہیں ہونا چاہیئے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے اس بارے میں سوال ہوا کہ آدمی جب اعتکاف میں ہو تو اپنے دنیوی کاروبار سے متعلق بات کر سکتا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ سخت ضرورت کے تحت کر سکتا ہے اور بیمار کی عیادت کے لئے اور حوائج ضروریہ کے واسطے باہر جا سکتا ہے۔

فرمایا کہ سخت ضرورت کے تحت۔ یہ نہیں ہے کہ جیسا میں نے پہلے کہا کہ روزانہ کوئی وقت مقرر کر لیا، فلاں وقت آجایا کرو اور بیٹھ کر کاروباری باتیں ہو جایا کریں گی۔ اگر اتفاق سے کوئی ایسی صورت پیش آگئی ہے کسی سرکاری کاغذ پر دستخط کرنے ہیں، تاریخ گزر رہی ہے یا کسی ضروری معاہدے پر دستخط کرنے ہیں، تاریخ گزر رہی ہے یا اور کوئی ضروری کاغذ ہے ایسے کام تو ہو سکتے ہیں لیکن ہر وقت، روزانہ نہیں۔

(بدر 21 فروری 1907 صفحہ 5)

یہ جو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ بیمار کی عیادت کیلئے جا سکتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نہیں نکلنا چاہیئے یہ بھی عین آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے مطابق ہے۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیمار پرسی کیلئے جاتے اور آپؐ اعتکاف میں ہوتے۔ پس آپؐ قیام کئے بغیر اس کا حال پوچھتے۔

(ابو داؤد۔ کتاب الصیام باب المعتکف یعود المریض)

پھر اسی طرح ابن عیسیٰ کی ایک ایسی ہی روایت ہے۔ تو تیمارداری جائز ہے لیکن کھڑے کھڑے گئے اور آگئے۔ یہ نہیں کہ وہاں بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع کرنا شروع کر دیا یا باتیں بھی شروع ہو گئیں۔ اور یہ بھی اس صورت میں ہے (وہاں مدینے میں بڑے قریب قریب گھر بھی تھے) کہ قریب گھر ہوں اور کسی خاص بیمار کو آپ نے پوچھنا ہو، اگر ہر بیمار کیلئے اور ہر قریبی کیلئے، بہت سارے تعلق والے ہوتے ہیں آپ جانے لگ جائیں تو پھر مشکل ہو جائے گا اور یہاں فاصلے بھی دور ہیں، مثلاً جائیں تو آنے جانے میں ہمیں دو گھنٹے لگ جائیں۔ اور اگر ٹریفک میں پھنس جائیں تو اور زیادہ دیر لگ جائے گی۔ یہ قریب کے گھروں میں پیدل جہاں تک جا سکیں اس کی اجازت ہے، ویسے بھی جانے کیلئے جو جماعتی نظام ہے وہاں سے اجازت لینی ضروری ہے یہ میں باتیں اس لئے کر رہا ہوں کہ بعض لوگ اس قسم کے سوال بھیجتے ہیں۔

اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں تھے۔ میں ان کی ملاقات کو رات کے وقت گئی۔ اور میں نے آپؐ سے باتیں کیں جب میں اٹھی اور لوٹی تو آپؐ بھی میرے ساتھ اٹھے۔ حضرت صفیہؓ کا گھر ان دنوں اسامہ بن زیدؓ کے مکانوں میں تھا۔ راستے میں انصاری راہ میں ملے۔ انہوں نے جب آپ کو دیکھا تو تیز تیز چلنے لگے۔ آپؐ نے (ان انصاریوں) کو فرمایا کہ اپنی چال سے چلو۔ یہ صفیہ بنت حُیَی ہے۔ ان دونوں نے یہ سن کر کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ! ہمارا ہرگز ایسا گمان آپ کے بارے میں نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا: نہیں، شیطان خون کی طرح آدمی کی ہر رگ میں حرکت کرتا ہے۔ مجھے خوف ہوا کہیں شیطان تمہارے دل میں بری بات نہ ڈال دے۔

(ابو داؤد کتاب الصیام باب المعتکف یدخل البیت لحاجة)

تو ایک تو آپ نے اس میں شیطانی وسوسے کو دور کرنے کی کوشش فرمائی۔ بتا دیا کہ یہ حضرت صفیہ ہیں، ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اعتکاف کی حالت میں مسجد سے باہر کچھ دور تک چلے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ اگر مسجد میں حوائج ضروریہ کا انتظام نہیں ہے، غسل خانوں وغیرہ کی سہولت نہیں ہے تو اگر گھر قریب ہے تو وہاں بھی جایا جا سکتا ہے آج کل تو ہر مسجد کے ساتھ انتظام موجود ہے اس لئے کوئی ایسی دقت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ وقت کیلئے مسجد کے صحن میں یا باہر ٹہلنے کی ضرورت محسوس ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، خواجہ کمال دین صاحب اور ڈاکٹر عباد اللہ صاحب ان دنوں میں اعتکاف بیٹھے تھے تو آپ نے ان کو

فرمایا کہ:

''اعتکاف میں یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان اندر ہی بیٹھا رہے اور بالکل کہیں آئے جائے ہی نہ۔ مسجد کی چھت پر دُھوپ ہوتی ہے وہاں جا کر آپ بیٹھ سکتے ہیں۔ کیونکہ نیچے یہاں سردی زیادہ ہے۔'' وہاں تو ہیٹنگ (Heating) کا سسٹم نہیں ہوتا تھا۔ سردیوں میں لوگ دھوپ میں بیٹھتے ہیں، پتہ ہے ہر ایک کو ''اور ضروری بات کر سکتے ہیں۔ ضروری امور کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور یوں تو ہر ایک کام (مومن کا) عبادت ہی ہوتا ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 587-588 جدید ایڈیشن)

تو مومن بن کے رہیں تو کوئی ایسا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف فرماتے تو آپؐ سر میرے قریب کر دیتے تو میں آپ کو کنگھی کر دیتی اور آپؐ گھر صرف حوائج ضروریہ کیلئے آتے۔

(ابو داؤد کتاب الصیام۔باب المعتکف یدخل البیت لحاجۃ)

تو بعض لوگ اتنے سخت ہوتے ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ اعتکاف میں اگر عورت کا، بیوی کا ہاتھ بھی لگ جائے تو پتہ نہیں کتنا بڑا گناہ ہو جائے گا۔ اور دوسرے یہ کہ حالت ایسی بنالی جائے، ایسا بگڑا ہوا حلیہ ہو کہ چہرے پر جب تک سنجیدگی طاری نہ ہو، حالت بھی بری نہ ہو اس وقت تک لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ دوسروں کو پتہ نہیں لگ سکتا کہ یہ آدمی عبادت کر رہا ہے۔ تو یہ غلط طریق کار ہے تو یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اعتکاف میں اپنی حالت بھی سنوار کے رکھنی چاہیئے اور تیار ہو کے رہنا چاہیئے۔ اور دوسرے یہ کہ بیوی یا کسی محرم رشتے دار سے اگر آپ سر پر تیل لگوا لیتے ہیں یا کنگھی کروا لیتے ہیں اس وقت جب وہ مسجد میں آیا ہو تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

آخری عشرہ کی عبادات

رمضان کے آخری عشرے میں آنحضرت ﷺ کی عبادتوں کے کیا نظارے ہوتے۔ آپؐ کی تو عام دنوں کی عبادتیں بھی ایسی ہوتی تھیں کہ خیال آتا ہے کہ اس میں اور زیادہ کیا اضافہ ہوتا ہوگا لیکن آپؐ رمضان کے آخری عشرے میں اس میں بھی انتہا کر دیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب رمضان میں سے ایک عشرہ باقی رہ جاتا تو آنحضور ﷺ کمر کس لیتے اور اپنے اہل سے ان دنوں میں بالکل علیحدہ ہو جاتے اور مسجد میں چلے جاتے اور چوبیس گھنٹے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ تو یہ آخری عشرہ چند دن تک ہمارے پر بھی اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آنے والا ہے انشاء اللہ۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق ان دنوں میں اپنی عبادتوں کو مزید سجائیں اور ان کو ترقی دیں۔ استغفار اور عبادات کی طرف توجہ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوں۔ اس آخری عشرے میں جو لیلۃ القدر آتی ہے اس کو پانے والے ہوں اور یہ عہد کریں کہ جن عبادتوں کی عادت ان دنوں میں ہمیں پڑ گئی ہے اس کو ہم ہمیشہ قائم رکھنے والے ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور محاسبہ نفس کرتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے لیلۃ القدر کی رات قیام کیا اس کو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر ۔ باب فضل لیلۃ القدر)

اب یہاں دیکھیں روزے رکھنا، اور لیلۃ القدر کی رات کا قیام یعنی لیلۃ القدر والی رات میں عبادت۔ ان دونوں کے ساتھ شرط ہے کہ ایک تو ایمان کی حالت میں ہو اور مومن ہو اور اپنا محاسبہ کرتے ہوئے ہو۔ مومن وہ ہے جو ایمان کی تمام شرائط پوری کرتا ہے۔ صرف زبان کا اقرار نہیں ہے۔ اب شرائط کیا ہیں؟ قرآن کریم میں متعدد شرائط کا ذکر ہے۔ سب سے بڑی بات اللہ پر ایمان ہے۔ مومن تو وہی ہے جو اللہ پر ایمان لائے۔ اس کی مثال لیتے ہیں۔ مثلاً یہی فرمایا کہ:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ

یعنی مومن تو صرف وہی ہیں جن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں۔تو جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا وہ کبھی دوسرے کا حق مارنے کو سوچے گا بھی نہیں۔وہ کبھی معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کا سوچے گا بھی نہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے معاشرے میں ہر ایک سے بنا کے سنوار کے رکھو۔ ہمسایہ سے حسن سلوک کرو، اپنے وعدے پورے کرو، دوسروں کے لئے قربانی دو، اور اس طرح کے بے شمار حکم ہیں۔تو جب یہ چیزیں ہوں گی تبھی ایمان کی حالت ہوگی اور تبھی اللہ تعالیٰ کا خوف بھی دل میں ہوگا۔یا اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے یہ سب کام ہو رہے ہوں گے۔تو عبادتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے اور اپنا محاسبہ کرنے، صبح شام یہ جائزہ لینے میں کہ میں نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا ہے یا نہیں، اور تقویٰ سے رات بسر کی ہے یا نہیں، جس طرح حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا۔جب ایسی حالت ہوگی تو فرمایا کہ ایسے لوگوں کے روزے بھی قبول ہونگے اور لیلۃ القدر کی برکتیں بھی حاصل ہونگی۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ یہ لوگ ہیں جو اجر عظیم حاصل کرنے والے ہیں۔

لیلۃ القدر کی برکات

ایک روایت میں آتا ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر۔ باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر)۔

یعنی تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں وغیرہ راتوں میں تلاش کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے متعدد صحابہ کرام کو رؤیا میں رمضان کی آخری راتوں میں لیلۃ القدر دکھائی گئی۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں تمہاری خوابوں میں رمضان کی آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر کے ہونے میں موافقت پائی جاتی ہے۔یعنی ان سب میں تقریباً یہی بات نظر آ رہی ہے پس تم میں سے جو بھی اس کو تلاش کرنا چاہے وہ اسے رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

(بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر۔ باب فضل لیلۃ القدر)

پھر ایک روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بار میں نے عرض کی اے اللہ کے نبی اگر مجھے لیلۃ القدر میسر آ جائے تو میں کیا دعا مانگوں۔آپؐ نے فرمایا لیلۃ القدر نصیب ہونے پر یہ دعا کرنا کہ

اَللّٰھُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

یعنی اے اللہ تو بہت زیادہ درگزر کرنے والا ہے اور درگزر کو پسند کرتا ہے پس مجھ سے درگزر فرما۔

(مسند احمد بن حنبل، باقی مسند الانصار)

تو یہ دعا آنحضرت ﷺ نے سکھائی ہے۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اور دعائیں نہیں کرنی چاہئیں وہ بھی کریں لیکن اگر اس حدیث کو اوپر جو میں نے پہلے حدیث بیان کی ہے اس کے ساتھ ملائیں تو مزید بات کھلتی ہے کہ ایمان اور محاسبہ کرتے ہوئے لیلۃ القدر ملے تو گناہ بخشے گئے۔اب جب ایک مومن اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتا ہے کہ اے خدا! اس سارے رمضان میں اپنے گناہوں اور زیادتیوں کا میں جائزہ لیتا رہا ہوں اور اب میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کوشش کروں گا یہ یہ غلطیاں اور زیادتیاں مجھ سے نہ ہوں تُو معاف کرنے والا ہے تو درگزر کو، معاف کرنے کو، بخشش کو پسند کرتا ہے، میرے گناہ بخش اور میری زیادتیوں سے درگزر فرما۔

تو جس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ استغفار اور گناہوں سے معافی جو ہے توبہ قبول ہونے میں مددگار ہوتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے انسان پھر ایسا نیکیوں پر قائم ہونے کی کوشش کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کی مدد فرماتا ہے تو وہ لوگ جو اس طرح دعا مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادتوں کے معیار بھی قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔تبھی تو عفو اور درگزر کا واسطہ دے کے اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس کی نیک نیتی سے مانگی ہوئی دعاؤں کو اپنے وعدوں کے مطابق قبول بھی کرتا ہے۔اسے نیکیوں میں بڑھاتا بھی ہے۔تو یہ

ساری چیزیں جوعفو، درگزر ہے یا معاف کرنا ہے، استغفار ہے، یہ کوئی چھوٹی دعانہیں ہے، بہت بڑی دعا ہے۔ اگر آدمی اپنا پورا محاسبہ کرتے ہوئے مانگے تو، بہت ساری برائیوں کو چھوڑے گا تو اللہ کے پاس بھی جائے گا تاکہ بخشش کے سامان پیدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس احساس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اس سے عفو اور بخشش کے طلبگار رہوں۔

پھر جیسا کہ ہم جانتے ہیں اور ہمیں یہ علم حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے دیا ہے لیلۃ القدر کے صرف اتنے ہی معنے نہیں ہے کہ رمضان کے آخری عشرے میں چند راتوں میں سے ایک رات آ گئی اور اس میں دعائیں کر لی جائیں اور بس۔ بلکہ اس کے اور بھی بہت وسیع معنے ہیں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''ایک لیلۃ القدر تو وہ ہے جو پچھلے حصہ رات میں ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تجلی فرماتا ہے اور ہاتھ پھیلاتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا اور استغفار کرنے والا ہے۔ ہم نے قرآن کو ایسی رات میں اتارا ہے کہ تاریک و تار تھی اور وہ ایک مستعد مصلح کی خواہاں تھی۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو عبادت کیلئے پیدا کیا ہے جبکہ اس نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○

(الذّٰریات: 57)

پھر جب انسان کو عبادت کیلئے پیدا کیا ہے یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ تاریکی ہی میں پڑا رہے۔ ایسے زمانے میں بالطبع اس کی ذات جوش مارتی ہے کہ کوئی مصلح پیدا ہو پس

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

(القدر: 2)

اس زمانہ ضرورت میں بعثت آنحضور ﷺ کی ایک اور دلیل ہے۔''

(الحکم جلد 10 نمبر 27 مورخہ 31 جولائی 1906 صفحہ 4)

فرمایا کہ لیلۃ القدر یہی نہیں ہے جو آخری عشرہ رمضان میں ایک رات آتی ہے۔ بلکہ اس کے اور بھی معنے ہیں اور وہ یہ کہ جب زمانہ دنیا داری کے اندھیروں میں ڈوب جاتا ہے اور شرک انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ بہت سے لوگ خدا کو بھول جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسی حالت میں اپنی مخلوق کو اس گند سے نکالنے کیلئے کسی مصلح نبی، یا رسول کو بھیجتا ہے۔ اور یہ جو برائیوں میں ڈوبنے کا زمانہ ہے یہ بھی فرمایا کہ تاریک رات کی طرح ہی ہے تو فرمایا کہ وہ بھی ایک تاریک زمانہ تھا جب شرک عام تھا لوگ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تھے اس وقت پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا اور دنیا کو اس کی تاریکی اور اندھیرے سے نکالنے کیلئے اپنی پاک کتاب قرآن کریم آنحضرت ﷺ پر نازل فرمائی۔ جو آخری شرعی کتاب ہے۔۔۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے اس لیلۃ القدر کی نہایت درجہ کی شان بلند کی ہے۔ جیسا کہ اس کے حق میں یہ آیت کریمہ ہے کہ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ○ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ○

(سورۃ الدخان: 5,4)

یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانے میں جو قیامت تک ممتد ہے ہر ایک حکمت اور معرفت کی باتیں دُنیا میں شائع کر دی جائیں گی۔ اور انواع و اقسام کے علوم غریبہ اور فنون نادرہ و صنعات عجیبہ صفحہ عالم میں پھیلا دیئے جائیں گے۔'' نئی نئی ترقیات جو ہوں گی اور علم ہوں گے، نئی نئی صنعتیں پیدا ہوں گی، نئی نئی چیزیں پیدا ہوں گی۔ یہ سب اس زمانے میں پھیلا دیئے جائیں گے۔'' اور انسانی قویٰ میں ان کی موافق استعدادوں اور مختلف قسم کے امکان بسطت علم اور عقل کے جو کچھ لیاقتیں مخفی ہیں یا جہاں تک وہ ترقی کر سکتے ہیں سب کچھ بمنصہء ظہور لایا جائے گا۔'' تو جہاں تک انسانی قوتیں ہیں فرمایا ہر ایک مخفی چیزیں ظاہر ہو جائیں گی۔ پھر فرماتے ہیں'' ۔۔۔ اور درحقیقت اسی آیت کو سورۃ الزلزال میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ سورۃ الزلزال سے پہلے سورۃ القدر نازل کر کے یہ ظاہر فرمایا گیا ہے کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام لیلۃ القدر میں ہی نازل ہوتا ہے اور اس کا نبی

لیلۃ القدر میں ہی اس دنیا میں نزول فرماتا ہے۔ اور لیلۃ القدر میں ہی وہ فرشتے اترتے ہیں جن کے ذریعہ سے دنیا میں نیکی کی طرف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ضلالت کی پر ظلمت رات سے شروع کر کے طلوع صبح صداقت تک اس کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتے رہیں۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3صفحہ 159-160)

چنانچہ دیکھ لیں کہ اب اس زمانے میں، حضرت مسیح موعودؑ کی تائید میں ساری چیزیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ جس طرح میں نے بتایا ہے اور نئی نئی حیرت انگیز قسم کی ایجادات بھی ہو رہی ہیں۔ جن کا پہلے تصور بھی نہیں تھا۔ اور پھر ان میں ترقی بھی روز بروز ہو رہی ہے۔

پھر الہام ہوا:

ہم نے اسے مسیح موعود کیلئے اتارا ہے۔

تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے ہوسکتا ہے یہ الہام شاید ایجادات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہو۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کی تائید میں ہو رہی ہیں۔ لیکن یہ بات ہمیں اس طرف بھی توجہ دلا رہی ہے کہ اپنی دعاؤں پر بہت زور دیں اور یہ تاریکی کو دور کرنے کا کام جو حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہو کر ہم نے اب اپنے اوپر لے لیا ہے اس کو احسن طریق پر ادا کرسکیں۔ اس روشنی کے آنے کے باوجود دنیا تاریکی کی طرف دوڑ رہی ہے۔ ان کو سمجھائیں، ان کو بتائیں کہ اب بھی وقت ہے بچنے کی کوشش کرو اور بچو ورنہ تباہی کے گڑھے میں گر جاؤ گے۔ دعا بھی کریں اور بہت دعا کریں۔۔۔

''پس فجر ہونے سے پہلے ہوشیار ہو جاؤ۔ کیونکہ فجر ہونے والی ہے۔ تم اس وقت سے فائدہ اٹھالو اور اپنی روحانی اصلاح کرلو۔ خدا تعالیٰ تمہیں (اس کی) توفیق دے'' آمین۔

(خطباتِ محمود جلد 8صفحہ 398)

(الفضل 18اکتوبر 2005)

اے میرے رحمٰن!

امۃ الباری ناصر

شاید یہ میری عمر کا ہو آخری رمضان
شاید نہ ملے پھر مجھے اس ماہ کا فیضان

شاید کہ ہو توبہ کی یہی آخری مہلت
اِک ہلکے اشارے سے بندھا رہتا ہے انسان

چمٹی ہوں میں اُس دَر سے جو ہے رحمتوں والا
رو رو کے ہے فریاد کہ بخشش کے ہوں سامان

مولا تو مجھے حشر میں شرمندہ نہ کرنا
اس بندۂ عاصی پہ بہت ہوگا یہ اِحسان

سنتے ہیں کہ رمضان میں ملتی ہیں مرادیں
ازراہِ کرم بخش مجھے جنتِ رضوان

منہ چھوٹا ہے پر مانگنے آئی ہوں بڑی چیز
میں تجھ سے تجھے مانگتی ہوں اے مرے رحمان!

مالک تو مجھے راضیہ مرضیہ اٹھانا
کھل جائے مرے واسطے جو باب ہے ریّان

مولا تیری درگاہ میں اِک یہ بھی دعا ہے
نسلوں میں رہیں جاری یہ انعام یہ احسان

رمضان المبارک

ارشادات خلفائے عظام سلسلہ عالیہ احمدیہ

صدقۃ الفطر

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہء عیدالفطر میں کلمہ شہادت کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھی اور پھر فرمایا:

''قبل اس کے کہ میں تمہیں اس کی تفسیر سناؤں چند ضروری باتیں سنانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ جنہوں نے روزہ رکھا ہے ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ صدقۃ الفطر دیں۔ یہ حکم قرآن مجید میں ہے۔

چنانچہ فرمایا:

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ

(البقرۃ: 185)

اور جو لوگ اس فدیہ کی طاقت رکھتے ہیں وہ طعام مسکین دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رنگوں میں اس کی تعبیر فرمائی ہے۔ اول' یہ کہ انسان عید سے پہلے صدقۃ الفطر دے۔ دوم' جو روزہ نہ رکھے وہ بدلے میں طعام مسکین دے۔ دائم المرض ہو یا بہت بوڑھا یا حاملہ یا مرضعہ، ان سب کیلئے یہ حکم ہے۔ سوم' یہ کہ یہ الٰہی ضیافت کا دن ہے۔ پس مومن کو چاہیئے کہ کھانے میں توسیع کردے اور غرباء کی خبر گیری کرے۔ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی دن ایسا ضرور ہوتا ہے جس میں عام طور سے خوشی منائی جاتی ہے۔ بہت عمدہ لباس پہنا جاتا ہے اور عمدہ کھانا کھاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں بھی ہے

لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدٌ فَهٰذَا عِيْدُنَا

(بخاری کتاب العیدین)

ہر قوم کی ایک عید ہے ہماری بھی ایک عید ہو تو مناسب ہے۔

(خطباتِ نور)

لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہوتے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''رمضان کے آخری عشرہ میں خصوصاً طاق راتوں میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں خصوصیت سے اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہوتے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس رات بندہ جو کچھ صدق نیت اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ سے مانگے گا، وہ اسے دیا جائے گا۔ اس کا نام مسلمانوں میں لیلۃ القدر مشہور ہے۔ یہ لیلۃ القدر کب آتی ہے، یہ معلوم نہیں کیونکہ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس سال کی لیلۃ القدر کا علم دیا تھا مگر آپ جب باہر لوگوں کو بتانے کیلئے تشریف لائے تو دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں ان کی لڑائی اور سختی کو دیکھ کر آپ کو ملال ہوا اور اس قدر تکلیف پہنچی کہ شدت غم سے آپ کو اس رات کی تاریخ بھول گئی اور آپ نے فرمایا میں لیلۃ القدر بتانے کیلئے باہر آیا تھا مگر تمہاری لڑائی کو دیکھ کر میرے ذہن سے وہ تاریخ نکل گئی۔ اب میں بتاتا ہوں کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں تلاش کرو اور خصوصیت سے اس کی طاق راتوں میں جاگو کیونکہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں کوئی رات لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ روحانی علماء جو اس امت میں گزرے ہیں، ان کا تجربہ ہے کہ لیلۃ القدر کی تاریخیں بدلتی رہتی ہیں۔ 21،23، 25، 27،29 ایسی تاریخیں ہیں جن میں اکثر لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ یعنی کبھی 21

تاریخ کولیلۃ القدر ہوگی کبھی 23 کو کبھی 25 کبھی 27 اور کبھی 29 کو اور بعض روحانی علماء نے اس بات کا بھی تجربہ کیا ہے کہ کبھی لیلۃ القدر آخری عشرہ سے بھی پہلے آجاتی ہے مگر کثرت سے بلکہ اتنی کثرت سے کہا جاتا ہے کہ 99 فیصدی بلکہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں آتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا تجربہ بھی اسی امر کی تائید کرتا ہے اور مزید برآں حضرت مسیح موعودؑ کے تجربہ سے یہ امر بھی ثابت ہے کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے بالعموم یہ رات ستائیس تاریخ کو آتی ہے۔ اس لحاظ سے اب کی دفعہ لیلۃ القدر جس کا زیادہ امکان ہوسکتا ہے، اس جمعہ کے بعد آنے والی ہے۔ بعض صحابہؓ کے تجربہ اور صوفیاء کے تجربہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس رات آسمان پر ایسی باتیں ظاہر ہوتی ہیں جو غیر معمولی ہوں۔ بعض دفعہ غیر معمولی ترشح ہوتا ہے اور بعض دفعہ آسمان پر غیر معمولی روشنی دکھائی دیتی ہے۔ مگر بالکل ممکن ہے کہ یہ روحانی امور ہوں کیونکہ ان کے دیکھنے والے منفرد ہوتے ہیں۔ اگر جسمانی رنگ میں یہ امور ظاہر ہوتے تو ان کو دیکھنے والے بہت ہوتے۔ پس بالکل ممکن ہے یہ کشفی نظارہ ہو اور خدا تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہو کہ آج کی رات ہی لیلۃ القدر ہے۔ چاند کے متعلق چونکہ بالعموم شبہ رہتا ہے اور یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وقت پر دیکھا گیا ہے یا بعد میں۔ اور بعض دفعہ لوگوں کی شہادتیں بھی مشتبہ ہوجاتی ہیں اس لئے چھبیس اور ستائیس دو راتیں خصوصیت سے اہم ہوتی ہیں۔ اگر چاند کے متعلق کسی قسم کا شبہ ہو تو بعض دفعہ دھوکا لگ سکتا ہے اور انسان جب یہ خیال کر رہا ہوتا ہے کہ آج 26 تاریخ ہے، دراصل 27 تاریخ ہوتی ہے اس لئے 26 اور 27 دونوں راتوں میں خصوصیت سے عبادت کرنی اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنی چاہئیں۔ مگر جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے رمضان کی ساری راتیں ہی مبارک ہوتی ہیں کیونکہ اس مہینہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے نزول کیلئے چُنا۔ پس سارے رمضان میں ہی لیکن خصوصیت سے آخری عشرہ میں قرآن کریم بہت پڑھنا چاہیئے، ذکرِ الٰہی پر زور دینا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنی چاہئیں۔

ہماری جماعت جو روحانی جماعت ہے اور جس کے سپرد ایک ایسا کام کیا گیا ہے جو انسانی ہاتھوں سے ہونا ناممکن ہے، اس کیلئے تو بہت ہی ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرے کیونکہ ہمارے پاس کامیابی کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ دعا ہے۔ یہ دن چونکہ دعاؤں کی قبولیت کے ہیں اس لئے اب جبکہ ہم آخری عشرہ میں سے گزر رہے ہیں اور جبکہ وہ رات جو لیلۃ القدر کہلاتی ہے آنے والی ہے، میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ دعاؤں پر زور دے۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 13)

رمضان بڑی برکتوں والا مہینہ ہے اس میں الٰہی برکتوں کے حصول کے خاص سامان پیدا کئے گئے ہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا:

''دعا اور التجا ایک ایسی ہستی ہی سے کی جاسکتی ہے جس کے متعلق یہ یقین ہو کہ وہ قریب اور مجیب الدعوات ہے۔ چنانچہ یہ بزرگ و برتر ہستی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جس نے قرآن کریم میں فرمایا:

''وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ...

(البقرۃ:187)

جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں لفظ عبد قابل ذکر ہے چنانچہ انسان کی پچھلی تاریخ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے بہت قریب ہے اور وہی تاریخ روحانی طور پر بھی اللہ تعالےٰ کے فرمان اور انسانی فطرت کے مطابق بھی اور پھر عقلاً بھی یہ بتاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنا عبد بننے کیلئے پیدا کیا ہے اور اس کیلئے دُعا کی ضرورت ہے۔

پس دوستوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ تم دعاؤں کیساتھ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرو اور جس قرب کے نظارے زبانِ حال کی دعاؤں کے ذریعہ انسان نے مشاہدہ کئے اور محسوس کئے اس قرب الٰہی کے نظارے عقل کی اور بینائی کی اور فراست کی اور روحانیت کی آنکھ سے دیکھنے اور مشاہدہ کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وہ تمہیں آسمانی برکتوں سے نوازے گا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ مشروط ہے۔ اس نے یہ شرط لگائی ہے کہ کوشش کرو، عمل

صالح بجالاؤ، مجاہدہ کرو، میری قرب کی راہوں کو حاصل کرنے کیلئے انتہائی زور لگاؤ تو پھر آسمانی برکتیں ملیں گی۔ خدا کرے کہ تمہیں اس کی توفیق عطا ہو۔

ہمارا یہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ جب یہ دونوں چیزیں یعنی تدبیر اور دعا اکٹھی ہوجاتی ہیں تو آسمان اپنے فیض کے سارے دروازے کھول دیتا ہے اور فضلوں کی موسلا دھار بارش شروع ہوجاتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو آسمانی فیض اور فضل باری کا مورد بنتا ہے۔

یہ رمضان کا بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔ یہ مہینہ اور بھی کئی لحاظ سے بڑی برکتوں والا مہینہ ہے۔ اس میں الٰہی برکتوں کے حصول کے سامان پیدا کئے گئے ہیں اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بننے کیلئے اور قربِ الٰہی کے حصول کیلئے اس ماہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں خدا کرے کہ آپ بھی اور یہ خاکسار بھی اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ پیار حاصل کرنے کی توفیق پائے۔ آمین۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 اکتوبر 1972 بمقام مسجد اقصیٰ۔ ربوہ)

قسمتیں سنوارنے والا مہینہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعودؑ کا اقتباس ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں ایک وہ جس نے رمضان پایا پھر رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور گناہ بخشے نہ گئے۔“

یہ جو دو قسم کے انسانوں کا ذکر ہے دراصل یہ اللہ کے تعلق میں لازماً یہی مضمون ہے جو رمضان کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے یہی مضمون ہے جو رمضان کے حوالے سے سمجھانا بہت ضروری تھا اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ جو بات بیان فرمائی ہے کہ والدین کو پایا اور گناہ بخشے نہ گئے اسی حالت میں رمضان گزر گیا یہ بہت ہی گہرا نکتہ ہے جس کا قرآنی تعلیم سے تعلق ہے۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے:

”قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ ...

(الانعام: 152)

تو کہہ دے کہ آؤ میں تمہیں وہ بات بتاؤں جو خدا تعالیٰ نے حرام کر دی ہے تم پر۔ ایک یہ کہ خدا کا شریک نہیں ٹھہرانا۔ اپنی عبادت کو اسی کیلئے خاص کرلو۔ دوسرا یہ کہ ماں باپ سے لازماً احسان کا سلوک کرنا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرکے خدا کی ناراضگی نہ کما بیٹھنا۔ تو شرک کا مضمون خدا تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا کہ میرا شرک کروگے تو یہ بہت ہی بڑا گناہ ہوگا۔ حرام کردیا ہے تم پر۔ لیکن ماں باپ سے جو احسان کروگے وہ میرا شریک بنانا نہیں ہے۔ شرک سے نیچے نیچے اگر کسی کی عظمت خدا تعالیٰ نے قائم فرمائی ہے تو وہ ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی ہی نہیں اس سے بڑھ کر ان سے حسن سلوک کرنا ہے۔

پس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ رمضان شریف میں دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں جو نہ خدا کو پاسکیں، نہ ماں باپ کا کچھ کر سکیں۔ رمضان گزر جائے اور ان دو پہلوؤں سے ان کے گناہ نہ بخشے گئے ہوں تو یہ دو الگ الگ چیزیں نہیں، ایک دوسرے کے ساتھ مربوط چیزیں ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے اور اس احسان میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔ یعنی اس نے آپ کو پیدا کیا، اس نے سب کچھ بنایا اور ماں باپ بھی اس میں شریک ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ ماں باپ کو بھی اسی نے بنایا اور ماں باپ کو جو توفیق بخشی آپ کو پیدا کرنے کی وہ اسی نے پیدا کی ہے، اپنے طور پر تو کوئی کسی کو پیدا کر ہی نہیں سکتا اپنے زور سے۔ ایک معمولی سا خون کا لوتھڑا بھی انسان پیدا نہیں کرسکتا اگر خدا تعالےٰ نے اس کو ذرائع نہ بخشے ہوں۔ تو پہلا مضمون یہ ہے کہ اللہ خالق ہے اس لئے اس کا شریک ٹھہرانے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ اور سب سے بڑا ظلم ہے کہ خدا جس نے سب کچھ بنایا ہے اس کو نظر انداز کرکے نعمتوں کے شکریے دوسروں کی طرف منسوب کردیئے جائیں۔ پھر اس تخلیق کا اعادہ ماں باپ کے ذریعے ہوتا ہے اور پھر ماں باپ کے ساتھ آپ کا وجود بنتا ہے۔ اگر ایک تخلیق کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ

احسان کا سلوک کریں گے تو جو عظیم خالق ہے لازماً اس کے لئے بھی دل میں امتنان اور احسان کے جذبات زیادہ زور کے ساتھ پیدا ہوں گے اور پرورش پائیں گے۔ پس یہ دو مضمون جڑے ہوئے ہیں۔

جو ماں باپ کے احسان کا خیال نہیں کرتا اور جواباً ان سے احسان کا سلوک نہیں کرتا اس سے یہ توقع کر لینا کہ وہ اللہ کے احسان کا خیال کرے گا یہ بالکل دُور کی کوڑی ہے۔ پس ماں باپ کا ایک تخلیقی تعلق ہے جسے اس مضمون میں ظاہر فرمایا گیا ہے اور رمضان مبارک میں اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مقصد خدا تعالیٰ کو پانا قرار دیا ہے اور خدا تعالیٰ کو حاصل کرنا بنیادی مقصد بیان فرمایا ہے۔ پس اس تعلق سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سب سے زیادہ قرآن کا عرفان پلائے گئے آپؐ نے یہ مضمون ہمارے سامنے اکٹھا پیش کیا کہ رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتے وقت ہر قسم کے محسنوں کا احسان اتارنے کی کوشش کرو۔ ماں باپ کا احسان تو تم اتار سکتے ہو ان معنوں میں کہ تم مسلسل ان سے احسان کا سلوک کرتے رہو، عمر بھر کرتے رہو۔ اگر احسان نہ بھی اترے تو کم سے کم تم ظالم اور بے حیا نہیں کہلاؤ گے۔ تمہارے اندر کچھ نہ کچھ یہ طمانیت پیدا ہوگی کہ ہم نے اتنے بڑے محسن اور محسنہ کی کچھ خدمت کر کے تو اپنی طرف سے کوشش کر لی ہے کہ جس حد تک ممکن تھا ہم احسان کا بدلہ اتار یں۔ اللہ تعالیٰ کے احسان کا بدلہ نہیں اتارا جا سکتا اور ایک ہی طریق ہے کہ ہر چیز میں اپنی عبادت کو اسی کیلئے خالص کر لو، اس کا کوئی شریک نہیں ٹھہراؤ۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17جنوری 1997)

اسی طرح حضورؒ نے فرمایا:

''ماں باپ کے احسان کا بدلہ احسان سے دینا یہ مضمون تو کسی حد تک سمجھ میں آ جاتا ہے مگر اللہ کا بدلہ احسان سے کیسے دو۔ یہ مضمون حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سمجھا دیا اور یوں سمجھایا کہ رمضان میں اس طرح نمازیں ادا کرو، اس طرح حضور اختیار کرو خدا کے سامنے کہ گویا وہ تمہیں سامنے کھڑا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو اتنا ہی خیال رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ جو احسان ہے یہ کامل توحید کا مظہر ہے۔ جب دوسرے سب خدا مٹ جاتے ہیں، جب تمام تر توجہ خدا کی طرف ہو جاتی ہے اس وقت یہ احسان ہوتا ہے، اس کے بغیر ہو نہیں سکتا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24جنوری 1997)

تہجد۔ رمضان کی اصل برکت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان مبارک کا ذکر فرمایا اور اسے تمام مہینوں سے افضل قرار دیا اور فرمایا جو شخص رمضان کے مہینے میں حالت ایمان میں ثواب اور اخلاص کی خاطر عبادت کرتا ہے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اس روز تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

تو ہر رمضان ہمارے لئے ایک نئی پیدائش کی خوشخبری لے کر آتا ہے اگر ہم ان شرطوں کے ساتھ رمضان سے گزر جائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں تو گویا ہر سال ایک نئی روحانی پیدائش ہوگی اور گزشتہ تمام گناہوں کے داغ دُھل جائیں گے۔

ایک دوسری حدیث بخاری کتاب الصوم سے لی گئی ہے **باب من فضل من قام رمضان**۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں کو اُٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

ان دونوں حدیثوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ پہلی حدیث میں عبادت کا عمومی ذکر تھا جو اخلاص کے ساتھ ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے عبادت کرتا ہے اس کی گویا کہ از سرِ نو پیدائش ہوتی ہے۔ یہاں تہجد کی نماز کا خصوصیت سے ذکر فرمایا گیا ہے جو رمضان کی راتوں کو اُٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

پس رمضان خصوصیت کے ساتھ تہجد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یعنی تہجد کی نمازیں کہنا چاہئے خصوصیت سے رمضان سے تعلق رکھتی ہیں اگرچہ دوسرے مہینوں میں بھی پڑھی جاتی ہیں۔ اور اس پہلو سے وہ سب جو روزے رکھتے ہیں ان

کیلئے تہجد میں داخل ہونے کا ایک راستہ کھل جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر اگر عام دنوں میں تہجد پڑھنے کی کوشش کی جائے تو ہوسکتا ہے بعض طبیعتوں پر گراں گزرے مگر رمضان میں جب اٹھنا ہی ہے تو روحانی غذا بھی کیوں انسان ساتھ شامل نہ کرلے۔ اس لئے اسے اپنا ایک دستور بنالیں اور بچوں کو بھی ہمیشہ تاکید کریں کہ اگر وہ سحری کی خاطر اٹھتے ہیں تو ساتھ دو نفل بھی پڑھ لیا کریں اور اگر روزے رکھنے کی عمر کو پہنچ گئے ہیں پھر تو ان کو ضرور نوافل کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے۔ یہ درست نہیں کہ اٹھیں اور آنکھیں ملتے ہوئے سیدھا کھانے کی میز پر آجائیں یہ رمضان کی روح کے منافی ہے۔ اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اصل برکت تہجد کی نماز سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور امید ہے کہ اس کو اب رواج دیا جائے گا بچوں میں بھی اور بڑوں میں بھی۔

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بیان کیا ہے قادیان میں جو بچپن ہم نے گزارا اس میں تو یہ تصور ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص تہجد کے بغیر سحری کھانا شروع کردے۔ ناممکن تھا۔ بڑا ہو یا چھوٹا ہو وقت سے پہلے اٹھتا تھا اور توفیق ملتی تھی تو تہجد کے علاوہ قرآن کریم کی تلاوت بھی پہلے کرتا تھا پھر آخر پر سحری کیلئے وقت نکالا جاتا تھا اور سحری کا وقت تہجد اور تلاوت کے وقت کے مقابل پر ہمیشہ بہت تھوڑا سا رہتا تھا۔ بعض دفعہ جلدی جلدی کرکے ان کو کھانا کھانا پڑتا تھا کیونکہ اگر دیر میں آنکھ کھلی ہے تو کھانے کا حصہ نکالتے تھے تہجد کیلئے، تہجد کا حصہ نکال کر کھانے کو نہیں دیا جاتا تھا۔ پس یہی وہ اعلیٰ رواج ہے جسے اس زمانہ میں بھی رائج کرنا چاہیئے اور اس پر قائم رہنا چاہیئے۔

مسند احمد بن حنبل میں سے حدیث ہے، بحوالہ فتح الربانی۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور جس نے رمضان کے تقاضوں کو پہچانا اور ان کو پورا کیا اور جو رمضان کے دوران اُن تمام باتوں سے محفوظ رہا جن سے اس کو محفوظ رہنا چاہیئے تھا یعنی جس نے ہر قسم کے گناہ سے اپنے آپ کو بچائے رکھا تو ایسے روزے دار کیلئے اس کے روزے اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔

پس وہ دیگر شرائط جو تہجد کی نماز یا عبادت ادا کرنے کے علاوہ لازم ہیں وہ یہ ہیں کہ تقاضوں کو پورا کیا جائے اور تقاضے پورے کرنے میں اہم بات یہ ہے کہ وہ ان تمام باتوں سے محفوظ رہے جن کے متعلق قرآن کریم میں یا احادیث میں ذکر ملتا ہے کہ خصوصیت سے رمضان کے مہینے میں ان سے پرہیز کیا جائے اور ہر قسم کے گناہ سے اپنے آپ کو بچائے۔ ایسا روزے دار اگر رمضان کا مہینہ روزہ رکھتے ہوئے گزار دے تو اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔“

(الفضل انٹر نیشنل 15 مارچ 1996)

حضور اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”۔۔۔یہی نہیں کہ سارا رمضان تو نہ روزوں کی طرف توجہ دی، نہ قرآن پڑھنے کی طرف توجہ ہوئی، نہ نمازوں کے قیام کی طرف توجہ ہوئی، اور آخری عشرہ شروع ہوا تو ان سب عبادات کی طرف توجہ پیدا ہوگئی، نہیں۔ بلکہ رمضان کے شروع سے ہی ان عبادات کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ جو برائیاں پائی جاتی ہیں ان کو چھوڑنے کی طرف توجہ، بھائی بہنوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دیں، میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دیں، ساس بہو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دیں۔ تو شروع رمضان سے ہی حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی طرف توجہ ہو تو یہ نیکیاں بجالائیں گے تو تب ہی جہنم کے دروازے بند ہوں گے اور جنت کے دروازے کھلے ہوں گے نہیں تو گو اللہ تعالیٰ نے تو جہنم کے دروازے بند کردیئے لیکن ان نیکیوں کو نہ کرنے سے زبردستی یہ برائیاں کرکے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد اَدا نہ کرکے دھکے سے جہنم کے دروازے کھولنے کی کوشش کی جارہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس سے بچائے۔ تو یہ حقوق العباد اور حقوق اللہ ادا کریں گے جن کا ذکر دوسری حدیثوں میں بھی آتا ہے تو پھر ان آخری سات راتوں کی برکات سے بھی فائدہ اٹھائیں گے کیونکہ سرسری عبادات سے یا عارضی طور پہ آخری دس دن کی عبادات سے یہ اعلیٰ معیار جو ہیں وہ حاصل نہیں ہوسکتے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو بھی سامنے رکھنا ہوگا۔۔۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 نومبر 2003 مسجد فضل لندن)

کبھی ہم بھی جائیں گے مکّے مدینے

چودھری محمد علی مضطر عارفی

بس اِک اشک سے دُھل گئے سارے سینے
گلے ہیں نہ شکوے، کدورت نہ کینے

مَیں کس کس کا لوں نام اس سلسلے میں
یہ احساں تو مل کر کیا تھا سبھی نے

پلٹ کر پڑی منہ پہ جا کر اُسی کے
دُعا کی تھی ہم پر جو اِک مولوی نے

اسے کام آئی نہ طاقت، نہ کثرت
مری لاج رکھ لی میری بے کسی نے

کبھی تو گرے گی یہ دیوارِ فُرقت
کبھی ہم بھی جائیں گے مکّے مدینے

اسے زعم میری زباں بند کردی
مجھے آگئے گفتگو کے قرینے

جسے فخر تھا اپنے زورِ بیاں پر
اسے مار ڈالا مری خامشی نے

یہ ساری زمیں میرے ربّ کی زمیں ہے
نہ تم بے زمینے، نہ ہم بے زمینے

وہ چہرہ نہیں چاند ہے چودھویں کا
اُسے بھی کبھی دیکھ اَے بے یقینے!

یہ فرقت کی راتیں ہیں آباد راتیں
مہینے یہی وصل کے ہیں مہینے

مَیں جاناں کی خدمت میں کیا لے کے جاؤں
یہ جسم اور جاں تو دیئے ہیں اُسی نے

ہمی مستحق تھے ملامت کے مضطرؔ!
محبت کا دعویٰ کیا تھا ہمی نے

عروسِ رمضان کی شانِ دلربائی

لطف الرحمٰن محمود

رمضان المبارک کے کئی نام مشہور ہیں۔ ماہِ صیام کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''مہینوں کا سردار'' قرار دیا۔ اسی طرح اُسے ''اللہ کا مہینہ'' کہہ کر بھی یاد فرمایا۔ سال کے سارے مہینے اللہ ہی کے ہیں۔ سال کی بارہ مہینوں میں تقسیم کو کلامِ الٰہی میں اللہ تعالیٰ کی تائیدی برکت حاصل ہے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط

(سورۃ التوبہ آیت 36)

یقیناً اللہ کے نزدیک، جب سے اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اللہ کی کتاب میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہی ہے۔ ان میں چار حُرمت والے بھی ہیں۔

یہ آیت ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت کی ترجمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے ساتھ نظامِ شمسی کے سیاروں میں سے صرف زمین کا نام لیا ہے۔ صرف یہی سیارہ ایسا ہے جس کی دَوری اور محوری گردش ایسی ہے کہ اس کا سال 12 مہینوں تقسیم ہوتا ہے۔ اس ہیئت نے ہماری زمین کو ایک منفرد مقام دیا ہے۔ زمین سورج کے گرد 365 دنوں میں ایک دَور مکمل کر لیتی ہے۔ یہ ایک سال کا عرصہ ہے۔ اس کی اپنے محور کے گرد گردش 24 گھنٹے کی ہے جو مجموعی طور پر دن اور رات کا دورانیہ ہے۔ زمین کا صرف ایک چاند ہے جو اس کے گرد ایک قمری مہینے میں اپنی گردش مکمل کر لیتا ہے۔ یہ دن رات اور ماہ و سال کا ایک مثالی خاکہ ہے۔ اس آیت کی روشنی میں جب ہم دوسرے سیّاروں کے کوائف کا تجزیہ کرتے ہیں تو ثابت ہو جاتا ہے کہ اُن کے ماہ و سال کے پیمانے ہم سے مختلف ہیں۔ عُطارد سورج کا قریب ترین سیّارہ سب سے زیادہ تیز رفتار سے گردش کر رہا ہے۔ اس کا ایک سال صرف 88 زمینی دنوں کے برابر ہے۔ مریخ کا سال ہمارے 687 دنوں کے برابر ہے۔ نظامِ شمسی کے سب سے بڑے سیّارے مُشتری کا سال ہمارے 12 سالوں کے برابر ہے۔ زُحل کا سال 29½ زمینی سال کے برابر ہے۔ نیپچون سیّارے کا ایک سال ہمارے 165 سال کے برابر ہے۔ ہماری زمین کا تو صرف ایک اکلوتا چاند ہے۔ بعض سیّارے چاند کی رفاقت سے محروم ہیں اور بعض کے کئی چاند ہیں۔ مریخ کے دو، مُشتری کے سولہ، نیپچون کے چھ اور زُحل کے ایسے اجرام کی تعداد 60 تک بیان کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ نے انسانوں کو ایک چاند والے سیّارے پر آباد فرمایا اور یہاں اہتمامِ صیام کا حکم دیا۔ اگر انسانوں کو مُشتری یا زُحل پر آباد کرنے کے بعد وہاں روزے رکھنے کا حکم دیا جاتا تو ''رؤیتِ ہلال کمیٹی'' کے مُفتی صاحبان باہمی سر پھٹول کے نتیجے میں اکثر زیرِ علاج رہتے!!

بہائیت کی بُنیاد چونکہ قرآنی شریعت کی حکمت کی مخالفت پر استوار ہے، اس لئے اُن کی ''شریعت'' میں قرآن مجید کے پیش کردہ سال کے 12 مہینوں کی بجائے 19 مہینوں کا تصوّر پیش کیا گیا ہے۔ ہر مہینے کے اُنیس دن ہیں اور سال 361 دنوں پر مُشتمل ہے ع

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

''رمضان'' نام کی عظمت

پرانے عرب اور موجودہ اسلامی کیلنڈر کے نویں مہینے کا نام ''رمضان'' ہے۔

قدیم عرب اس مہینے کو "ناتق" کہتے تھے۔ظہورِاسلام سے قبل جب عربوں نے مہینوں کے نئے نام تجویز کیے تو اس وقت کی موسمی کیفیات کو پیش نظر رکھا۔چونکہ اُس وقت یہ مہینہ سخت گرمی میں آیا' اسے رمضان کہا گیا۔ربیع اور جمادی وغیرہ ناموں سے بھی موسم کو پیش نظر رکھنے کے نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔ رمضان کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزوں کی فرضیت کا حکم اس مہینہ کا نام لے کر دیا ہے۔(البقرۃ: 186)

قرآن مجید کے نزول کے آغاز کے حوالے سے دو آیات میں نزول وحی کی رات کا ذکر کیا ہے۔(سورۃ القدر : 2 اور سورۃ الدخان: 4)

"لیلۃ القدر" اور "لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ" رمضان المبارک ہی کی ایک رات ہے۔بدنی اور مالی عبادات صلوٰۃ، حج اور زکوٰۃ وصدقات وغیرہ کے احکام میں روزوں کے حکم کی طرح کسی بھی مہینے کا نام نہیں لیا گیا۔حج بیت اللہ اور اس کے مناسک کا کئی آیات میں ذکر کیا گیا ہے مگر کسی جگہ "ذوالحجہ" مہینے کا نام نہیں لیا گیا۔(سورۃ الحج آیت 28)

سورۃ البقرۃ میں حج کے بعض اہم احکام موجود ہیں مگر یہاں بھی حج کے مہینے کا نام موجود نہیں۔(البقرۃ: 197تا201)

"اشھر حرم" یعنی عزت والے مہینے حج اور عمرہ کے سفر سے مخصوص تھے۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم میں عرب حج کیلئے آنے اور جانے کا سفر کرتے۔ عرب تقویم کا ساتواں مہینہ "رجب" عمرہ کے سفر کیلئے مخصوص تھا۔اسی وجہ سے عرب ان مہینوں کو عزت اور حرمت والے مہینوں کے طور پر یاد کرتے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا مجموعی طور پر ذکر فرمایا۔ان چار مہینوں کے نام نہیں لئے۔

معراج کو تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔مگر اس واقعہ میں بھی "رجب" کا ذکر نہیں کیا گیا۔ہمیں سیرت اور حدیث کی کتابوں سے ایسے اشارات ملتے ہیں۔زکوٰۃ اور اُس کے مصارف کا ذکر کیا گیا ہے۔اکثر مسلمان اپنے مذہبی ذوق وشوق کے پیشِ نظر زکوٰۃ رمضان میں ادا کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔قرآن مجید میں زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے کوئی مہینہ مخصوص نہیں کیا گیا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں بعض معرکوں میں بنفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ان میں سے جنگِ بدر اور فتح مکّہ کو اس لحاظ سے غیر معمولی اہمیت حاصل ہے کہ اُن کے نتائج نے تاریخ اسلام کے دھارے بدل دیئے۔یہ دونوں معرکے بھی رمضان میں ہوئے۔قرآن مجید میں جہاد وقتال کی ان اہم مہمات کا ذکر تو ہے مگر مہینے کا حوالہ نہیں۔تمام عبادات میں سے یہ شرف صرف صیامِ رمضان کو حاصل ہے جو ایک غیر معمولی فضیلت ہے۔

رمضان کی دُلہن سے مشابہت

بعض نام رمضان المبارک کی خصوصیات اور برکات کی روشنی میں اسے صوفیاء اور اہل اللہ نے دیئے ہیں۔مثلاً اسے "تزکیہءنفوس" اور "تنویرِ قلب" کا مہینہ قرار دیا ہے۔ایک مشابہت اور بھی ہے جس کا ذکر مضمون کے عنوان میں موجود ہے یعنی رمضان کی دُلہن سے مشابہت۔سطحی نظر سے شاید یہ مناسبت موزوں نظر نہ آئے۔اگر اس کے اجزائے ترکیبی کا تجزیہ کیا جائے تو مشابہت کے بعض پہلو سامنے آتے ہیں۔اس مضمون میں رمضان المبارک کی برکات و حسنات کو اسی حوالے سے جاننے اور پہچاننے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔

اس مرحلہ پر لفظ "عروس" کے بارے میں کچھ عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا۔"زوج" میاں بیوی دونوں کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔"زوجین" زوج کا تثنیہ ہے۔"زوجین" سے دونوں میاں بیوی مراد ہیں۔اسی طرح "عروس" دولہا اور دُلہن دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔مگر زیادہ تر دُلہن مراد لی جاتی ہے۔اس صورت میں "عرائس" سے اس کی جمع کو ظاہر کیا جاتا ہے۔"عروس البلاد" سے سب سے زیادہ خوبصورت شہر مراد لیا جاتا ہے۔نستعلیق خط کو اس کی خوبصورتی اور نزاکت کی وجہ سے "عروس الخطوط" کہتے ہیں۔زبانِ فارسی کی مٹھاس کا ایک زمانہ معترف ہے۔سورج کیلئے "عروسِ فلک" اور "عروسِ چرخ" کی اصطلاحات موجود ہیں۔مکہ معظمہ کو محبت اور تعظیم کیلئے "عروسِ عرب" کہا جاتا ہے۔سب سے دلچسپ اور نادر ترکیب "عروسِ بیاباں" ہے۔مکہ شریف جانے والے لدُّو (جن پر سامان لادا جاتا ہے) اُونٹوں کو عروسانِ بیابان کہا جاتا ہے یعنی "صحرائی دولہے" یا صحرائی دُلہنیں" مگر اُردو

میں Gender کچھ اس طرح ہمارے اعصاب پر سوار ہے کہ ہم سے الفاظ کا ایسا ''دوغلہ پن'' برداشت نہیں ہوتا۔ ہم نے ''زوج'' کو خاوند کیلئے مخصوص کر کے بیوی کیلئے ''زوجہ'' کا لفظ وضع کر کے دم لیا۔ اسی طرح عروس کا ساتھ دینے کیلئے ''عروسہ'' کو تخلیق کیا!

تصورِ حُسن اور رُوحانیت

میں یہاں حقیقت و مجاز کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ فقط مضمون کے عنوان کی طرف رجوع کرنا چاہتا ہوں۔ ''دُلہن'' کا لفظ سنتے ہی حُسن' آرائش جمال' خُوشرنگ ملبوسات' قیمتی زیورات، خوشبو اور مہک، عروسی تقریبات کی رسوم، دُلہن کا استقبال اور پھر نئی زندگی کی ابتداء، یہ سب پہلو ذہن میں آتے ہیں۔ میں انہی نکات کے حوالے سے عروسِ رمضان کی خصوصیات نمایاں کرنے کی کوشش کروں گا۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللهِ۔

قرآن مجید میں حُسن صورت کو ''احسن تقویم'' کی شکل میں ایک نعمت قرار دیا گیا ہے۔ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں اچھی صورت عطا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ''جمیل'' بھی ہے جسے ظاہری اور باطنی جمال اچھا لگتا ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اصل اہمیت اور دوام حسنِ سیرت ہی کو حاصل ہے۔ جسمانی حسن اپنی تمام رعنائیوں کے باوجود ایک فانی شے ہے۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ حسن اپنی آن بان کھو دیتا ہے۔ انتہائی حسین و جمیل خواتین بھی بڑھاپے میں اپنی روایتی کشش سے محروم ہو جاتی ہیں۔ ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے کہ پلاسٹک سرجری کی سب ترکیبیں بھی غیر مؤثر ثابت ہوتی ہیں۔ کیسے کیسے حسین لوگ پیوندِ خاک ہو چکے ہیں۔ غالبؔ کا یہ شعر کتنا سبق آموز ہے

سب کہاں کچھ لالہ و گُل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کیلئے اہم محرکات کا ذکر فرمایا ہے۔ عرب معاشرے میں جمال، مال اور حسب ونسب کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ رفیقہء حیات کے انتخاب کے وقت ''دین'' یعنی سیرت و کردار اور اسلام سے وابستگی کو اہمیت دیں۔ یہی نصیحت شادی کی منتظر دوشیزاؤں کیلئے بھی ہے۔ خوبصورتی' مالی وسعت اور خاندانی وجاہت کا اسلام مُنکر اور دشمن نہیں۔ یہ اچھی خصوصیات ہیں۔ مگر سیرت و کردار اور دین سے وابستگی کی مضبوط بنیاد کے بغیر صرف حُسن، مالی فراخی اور خاندان کے اثر و رسوخ پر کامیاب ازدواج کی عمارت زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی۔ اس میں دراڑیں پڑ سکتی ہیں۔ عہدِ حاضر میں ''گرین کارڈ'' نے بڑے بڑے دھوکے دیئے ہیں۔ اسے بھی جمال، مال اور حسب ونسب کی فہرست میں شامل کرنا چاہیئے۔

عروسِ رمضان کا لباس

دُلہن کا لفظ ذہن میں آتے ہی جمالِ ظاہری کے بعد اُس کے خوبصورت اور خوشرنگ لباس کا خیال آتا ہے۔ دُلہن کا لباس اس کی ثقافتی اور تہذیبی روایات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ عروسی ملبوسات کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو اس ورائٹی کے ساتھ ساتھ ثقافتی پس منظر کا بھی علم ہو جائے گا۔

قرآن و حدیث میں ہمیں لباس کے حوالے سے خیال افروز معلومات ملتی ہیں۔ متعدد شرعی، دینی اور معاشرتی حتّٰی کہ موسمی ضروریات کا اشارہ بھی موجود ہے۔

موسم کی شدّت سے محفوظ رکھنا' نیز حالتِ جنگ میں خاص دفاعی لباس کی افادیت وغیرہ۔ یہ نکات سورۃ النحل کی آیت 82 میں بیان کئے گئے ہیں۔ سورۃ الاعراف کی آیت 27 میں لباس کے دوسرے اہم مقاصد کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی عُریانی اور کمزوریوں کو ڈھانپنے، حسنِ ظاہری اور باطنی کی شخصیت کی تزئین وتمکین میں اضافہ کا باعث بننا۔ رمضان کے حوالے سے سورۃ البقرۃ کی آیت 188 میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا گیا ہے۔ یعنی میاں بیوی کو ایک دوسرے کیلئے لباس کے مندرجہ بالا تمام تقاضے پورے

کرنے چاہئیں۔اس کی تشریح کیلئے ایک الگ مضمون کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم نے لباس کی اعلیٰ ترین شکل ''لباس التقویٰ'' کو قرار دیا ہے۔

(سورۃالاعراف آیت 27)

عروسِ رمضان نے یہی لباس زیب تن کیا ہوتا ہے اور رمضان کے شب و روز اسی لباس میں اہل ایمان کو مزیّن کرتے ہیں۔ بخاری کتاب الصوم کی ایک حدیث میں یہ نقشہ کھینچا گیا ہے کہ رمضان کے آتے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازوں کو مقفل اور شیطانوں کو پابہ زنجیر کردیا جاتا ہے۔ ان الفاظ میں رمضان میں نیکیوں کے ماحول، عبادات کے میلان اور ایصالِ خیر کیلئے جوش و خروش کا ذکر ہے۔ اسی کیفیت کو لباسِ تقویٰ کا نام دیا گیا ہے۔ سال کے دوسرے گیارہ مہینوں سے مقابلہ کرکے رمضان کی اس منفرد کیفیت کو محسوس کیا جاسکتا ہے ؎

اُن کا آنچل ہے، کہ رُخسار، کہ پیراہن ہے
کچھ تو ہے جس سے ہوئی جاتی ہے چلمن رنگیں

علم التعبیر الرؤیا میں لباس کو ''عزت'' کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اس کا کٹا پھٹا یا تار تار ہونا عزت کے خاک میں ملنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ تقویٰ کے حوالے سے ہمیں ایک حدیث میں لباس کی ایک بڑی اثر انگیز تشبیہہ ملتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعیٔ ایمان کو ایک ایسے تنگ راستے کا مسافر قرار دیا ہے جس پر دونوں طرف خاردار جھاڑیاں جھکی ہوئی ہیں جو راستہ چلنے والے کے لباس سے مسلسل الجھتی رہتی ہیں۔ اور اس کے پھٹ جانے کا خدشہ رہتا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ انسان اس راستے سے صحیح وسلامت اپنا لباس بچا کر گزر جائے!

ایک لمبے عرصے تک مشرقی کلچر میں دُلہنیں سرخ ملبوسات زیب تن کرتی رہی ہیں۔ اب دوسرے رنگوں کا انتخاب بھی ہو رہا ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت سے عروس رمضان کے ملبوس کے رنگ کا استنباط ہوسکتا ہے۔ صِبْغَۃَ اللّٰہِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً ز وَنَحْنُ لَہٗ عٰبِدُوْنَ O

(سورۃ البقرۃ : 139)

جس طرح اللہ تعالیٰ کی شان شرقی اور غربی ہونے سے بلند ہے اسی طرح وہ دنیاوی رنگوں، سفید، سیاہ، سرخ، زرد وغیرہ سے بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی رنگ نہیں۔ صفاتِ الٰہیہ ہی اُس کے حسین رنگ ہیں۔ سب رنگ اللہ تعالےٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ انسانی نسلوں کے رنگ دیکھ لیجئے۔ کتنی ورائٹی ہے۔ پھولوں میں رنگوں کا جائزہ لیجئے۔ پھلوں میں ذائقہ اور خوشبو کے علاوہ ان کے رنگوں میں کتنا تنوع ہے۔ رمضان میں ہر روزہ دار نہ صرف یہ کہ لباسِ تقویٰ زیب تن کرتا ہے بلکہ وہ اُسے اللہ کے رنگ میں رنگین کرنے میں کوشاں رہتا ہے صِبْغَۃَ اللّٰہِ میں رنگے جانے کا مطلب صفاتِ الٰہیہ ربوبیّت، رحمانیت، رحیمیت، عفو درگزر اور خلقِ خدا کی فلاح و فوز کی طرف توجہ وغیرہ کی چھوٹے پیمانے پر انسانی ذات میں جلوہ گر کرنے کی کوشش ہے۔ یہ رنگ کن پر چڑھتا ہے اُس کا آیت کے آخری لفظ میں اشارہ ہے۔ یعنی عٰبِدُوْن۔

عروسِ رمضان کے زیورات

عروسی ملبوسات کے ساتھ ہی دُلہن کے زیورات بھی جُڑے ہوئے ہیں۔ سونے چاندی کے ان زیورات جنہیں قیمتی پتھروں، جواہرات اور ہیروں سے بھی مرصّع کیا جاتا ہے۔ فراعینِ مصر تو اپنے زیورات اپنے ساتھ مقابر میں لے کر جاتے تھے تا اُخروی زندگی میں کام آئیں۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے قبر میں کچھ ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں جانے والوں کو وہاں زیورات سے سجایا جائے گا۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ج وَلِبَاسُھُمْ فِیْھَا حَرِیْرٌ O

(سورۃ الفاطر : 34)

یعنی ہمیشگی کی جنتیں ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے۔ اُن میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔ اور ان میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔

زیورات زیادہ تر چہرے، کانوں، ناک، ماتھے اور ہاتھوں بازوؤں نیز پاؤں

کی زیبائش کیلئے بنائے جاتے ہیں۔ گلے کیلئے ہار اور گلو بند ہوتے ہیں۔ عروس رمضان کا سب سے قیمتی جیولری سیٹ ''اخلاقِ حسنہ'' ہیں۔ عبادت کے حوالے سے ایک زیور ''وضو'' بھی ہے۔ وضو عبادت کیلئے طہارت کا ایک ظاہری قدم ہے۔ اس کے پس پردہ دل اور روح کا وضو ہے جو خشوع وخضوع اور محبت الٰہی کی تمنا ہے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جو اعضاء وضو کیلئے عمر بھر دھوئے جاتے ہیں بروزِ محشر وہ چاندی کی طرح چمکتے ہوئے نظر آئیں گے۔ دُلہن کے بازوؤں کو چوڑیوں، انگلیوں کو نگینوں اور پاؤوں کو پازیب سے سجایا جاتا ہے۔ یہاں ہاتھ پاؤں ہی چاندی کی طرح چمکنے لگیں گے!

ایک مرحلہ اس سے بھی آگے ہے۔ رمضان المبارک اُس کے حصول میں مُمدّ و معاون ہے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ نوافل کے ذریعہ بندہ قرب ومحبت کی منزلیں طے کرتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ مقام محمود کی منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اس کے ''ہاتھ پاؤں بن جاتا ہے'' اس تمثیل کا مطلب ہے کہ وہ اپنے بندے کے ان اعضاء میں سما جاتا ہے اور انہیں اپنی قدرت نمائی کیلئے استعمال فرماتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کس زیور کا تصور کیا جاسکتا ہے؟ دنیاوی زیورات کو تو چور ڈاکو بھی لے جاتے ہیں۔ ٹوٹ پھوٹ بھی ہوتی رہتی ہے۔ بعض لوگ حفاظت کے پیشِ نظر بینکوں میں رکھوا دیتے ہیں۔ ایسے واقعات بھی رپورٹ ہوئے ہیں کہ بینکوں میں اصل زیورات غائب کر کے ان کی جگہ ہو بہو نقلی زیورات رکھ دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے جو مالی قربانیاں کی جاتی ہیں وہ اللہ کے بنک میں جمع ہوتی ہیں۔ وہاں اس قسم کے دھوکے اور دھاندلی کا امکان نہیں۔ کئی دفعہ بنکوں میں ڈاکے پڑ جاتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بنک دیوالیہ ہو جاتے ہیں۔ اور لوگوں کا سرمایہ ڈوب جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے بنک کو نہ ڈاکے کا خطرہ ہے نہ دیوالیہ ہونے کا خدشہ!!!

بناؤ سنگھار، خوشبو اور مہک

لباس اور زیورات کے بعد بناؤ سنگھار ''میک اپ'' خوشبو اور مہک کا ذکر ایک طبعی بات ہے۔ دُلہن کے ''سولہ سنگھار'' ہمارے کلچر میں مشہور ہیں عروسی تقریبات کیلئے دُلہن کو عطر اور خوشبو میں بسایا جاتا ہے۔ عروسِ رمضان کی خوشبو اور مہک کا ذکر کرنے سے قبل بعض اور گزارشات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ والوں کا بھی خوشبو سے خاص تعلق ہوتا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے اِس دُنیا کی جن تین پسندیدہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اُن میں سے ایک خوشبو بھی ہے مگر حضورؐ نے اس حدیث میں بھی وضاحت فرمائی ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو نماز ہی میں ہے۔ جمعہ اور عیدین بڑے پیمانے کی اجتماعی عبادات ہیں ان میں حاضر ہونے والوں کو نہا دھو کر آنے اور خوشبو استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان عبادات کے مواقع پر اُن کچی سبزیوں کو کھا کر آنے سے منع کیا گیا ہے جو بدبو کے انتشار کا باعث بنتی ہیں۔ یہ بدبُو فرشتوں کی اذیّت کا باعث بنتی ہے۔ اہل ایمان کی کوفت کو فرشتوں کی اذیّت کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ بخاری (کتاب الصوم) کی ایک حدیث میں روزے کے حوالے سے بُو اور خوشبو کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس حدیث کے مطابق ''روزہ دار کے مُنہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔'' یہ بُو دراصل ''بدبُو'' نہیں ہے بلکہ خَلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ سے وہ بو مراد ہے جو کہ روزے کی حالت میں روزہ دار کے معدے سے اٹھتی ہے۔ یہ حدیث ایک پُر حکمت پیغام دے رہی ہے۔ روزے کی عبادت اجر وثواب کے لحاظ سے اتنی عظیم ہے کہ روزے دار کے معدے سے اٹھنے والی بُو آسمانی مخلوق اور اُس کے خالق و مالک کو مُشک سے زیادہ معنبر اور معطر لگتی ہے۔ خوشبو کا کام پھیلنا اور ماحول کو معطر کرنا ہے۔ مومن کی نیک شہرت اُس کی خوشبو ہے۔ اس لئے اہل ایمان کو كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ کا حکم دیا گیا ہے۔ رمضان المبارک میں اس روحانی عطر میں بسی ہوئی مجالس کا بڑی کثرت سے اہتمام ہوتا ہے۔ درس قرآن، ذکرِ الٰہی کے مواقع، نماز تراویح، نوافل، اِنفرادی اور اِجتماعی دُعاؤں کے مواقع اِسکی چند مثالیں ہیں۔ بعض مساجد میں، حُفّاظ نماز تراویح میں قرآن مجید کے جس حصہ کی تلاوت کرتے ہیں۔ نماز کے بعد اس میں موجود احکام اور ہدایات کا تذکرہ بھی کر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں نیک وبَد کی صحبت کا فرق تمثیلی زبان میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

نیک شخص کی صحبت کو عطر فروش کی دوکان سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اگر عطر نہ بھی خریدا جائے تب بھی وہاں جانے والا دوکان سے اُٹھنے والی خوشبو سے لطف اندوز ہوگا۔ یہی کیفیت ذکرِ الٰہی اور دینی مجالس کی ہوتی ہے اُن میں اتفاقاً شامل ہونے والا بھی برکات سے محروم نہیں رہتا۔ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَایَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔ اسکے برعکس بد رفیق کی صحبت سراسر خسارہ ہے۔ اس کی مثال ایک لوہار کی دوکان ہے۔ اگر وہاں سے اُڑنے والی چنگاریوں سے کپڑے جلنے سے بچ جائیں تب بھی دھوئیں سے طبیعت میں لازماً بیزاری پیدا ہوگی۔

اسلام جس میں طہارت اور نظافت کو نصف ایمان کہا گیا ہے، اس حوالے سے ہندو سادھوؤں کی اس فلاسفی سے اختلاف رکھتا ہے کہ میل کچیل کی پسندیدگی اور صفائی ستھرائی سے دُوری، بھگوان کے قرب کی علامت ہے۔ بعض ہندو سادھو اپنی تپسیا کے چلّوں میں نہاتے دھوتے نہیں۔ اپنے سر اور جسم پر خاک اور راکھ ڈالتے ہیں۔ بعض ننگ دھڑنگ رہتے ہیں اور لوگ اُن کو پہنچا ہوا سمجھتے ہیں۔ رومن کیتھولک راہب اور راہبات ظاہری صفائی کا تو خیال رکھتے ہیں مگر شادی بیاہ کو روحانی ترقی میں ایک روک یا دنیاوی آلائش سمجھتے ہیں۔ مگر فطرت کے نظام کی مخالفت کر کے وہ مسائل و مشکلات کا شکار ہوئے ہیں۔ میڈیا نے اُن کے بعض ایسے راز افشا کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے لوگ اس سے بڑھ کر جنسی آلائشوں کی دلدل میں پھنس گئے ہیں اور اُن کے چرچ ان سکینڈلوں سے باعزت نجات دلانے کیلئے بھاری تاوان ادا کر رہے ہیں۔

عروسی تقریبات کے رسم ورواج

شادی بیاہ بنیادی طور پر ایک خوشی کا موقع ہے۔ خوشی کے اظہار کے لئے کئی طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ مختلف ممالک میں اس اظہارِ مسرت نے کئی صورتیں اختیار کر لی ہیں۔ بعض بے ضرر رسمیں ہیں جو شریعت کے مقاصد سے متصادم نہیں۔ بعض رسمیں ایسی ہیں جو شریعت کے مقاصد سے متحارب ہیں۔ اور اُنہیں مجروح کرتی ہیں۔ دَف بجانا، معصوم قسم کے گیت گا کر خوشی کا اظہار کرنا، دُلہن کے ہاتھ پاؤں کو حنا سے رنگنا، اس موقع پر دوسری خواتین، بچیوں اور دلہن کی سہیلیوں سکھیوں کا بھی اپنے ہاتھ کو مہندی لگانا، اگر اس رسم میں دیگر بدعات اور رسومات کو اظہارِ مسرت کے نام پر گھسیڑنے کی راہیں تلاش نہ کی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ سب بے ضرر رسمیں ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ برصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے شادی بیاہ کے مواقع کیلئے ہندوؤں کی بہت رسمیں اپنالی ہیں۔ مثلاً دُلہن کی آمد پر چاول بکھیرنا، کھوپرا (ناریل) توڑنا، "چاول بکھیرنے" کی رسم میں مشرکانہ توہم پرستی چھپی ہوئی ہے۔ اس سے جوڑے کے ہاں اولاد پیدا ہونے کی امیدیں وابستہ ہیں۔ چاول کو یہ لوگ Fertility کی علامت سمجھتے ہیں۔ اس موقع پر بعض اور انداز اختیار کئے جاتے ہیں مثلاً گندے فلمی گانے گانا، مخلوط رقص کی محفلیں برپا کرنا، اظہارِ تفاخر کیلئے جہیز اور بَری کی نمائش کرنا۔ خوشی کے یادگار مواقع پر تصویریں بنوانا کوئی بری بات نہیں۔ مگر یہ کام مَحْرَمْ عزیزوں رشتہ داروں کو کرنا چاہیئے۔ پیشہ ور ویڈیو بنانے والے یہ کام کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی بے باک نگاہوں کی تسکین کا سامان بھی کرتے رہتے ہیں۔ بعض ایسی شکایات بھی سامنے آئی ہیں کہ ان فوٹو گرافروں نے ان تصویروں کے ذریعے بعض سکینڈلوں کو جنم دیا۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے بعض رسموں کا محرک ریاء اور دکھاوا ہوتا ہے۔ دولت کے اظہار سے تسکین حاصل کی جاتی ہے۔ یہی دکھاوا کئی بار ڈاکوؤں کو "استفادہ" کا موقع عطا کرتا ہے۔ یہ اطلاعات اُن کو ایجنٹ ڈومنیاں فراہم کرتی ہیں۔ حضرت اقدسؑ کی تعلیمات کے مطابق ہمارے خلفائے عظام نے بدعات اور غیر اسلامی رسوم سے بچنے کے ساتھ ساتھ، خوشی کے مواقع پر جماعت میں نیکیوں کی تحریکیں شروع فرمائی ہیں۔ مثلاً خوشی کی تقریب پر تعمیرِ مساجد کے فنڈ میں شرکت، شادی بیاہ کے مواقع پر غریب بچیوں کی شادی کے اخراجات میں حصہ لینے کی تحریک۔ ایسی تحریکوں میں شمولیت سے خوشی کی تقاریب میں برکت شامل حال ہوتی ہے۔ دعوتِ ولیمہ میں غرباء و مساکین کو یاد رکھنے کے ارشادِ نبویؐ میں یہی حکمت مضمر ہے۔ چند غریبوں اور مسکینوں کی تسکین، رحمتِ الٰہی کو جذب کرنے کا باعث بنتی ہے۔ اور صدقے کے طور پر شرفِ قبول پا کر ردِّ بلّیات کا باعث بنتی ہے۔

رمضان المبارک کی پُر خلوص فضا اور ماحول، ریا کا قلع قمع کرنے میں مُمد ہیں۔
امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ایک روایت نقل کی ہے۔ فتح مکّہ کے کچھ دن بعد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر قیس بن عامری نامی ایک شخص پر پڑی جس کے اردگرد لوگ جمع تھے اور اس پر ایک بڑی چھتری کے ذریعے سایہ کیا گیا تھا۔ استفسار پر حضورؐ کو بتایا گیا کہ یہ شخص روزہ دار ہے حضورؐ نے فرمایا:

لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِی السَّفَرِ
سفر میں روزہ رکھنا کچھ اچھا کام نہیں

حضرت عیسٰیؑ کے زمانے میں یہود کے فریسی فرقہ کے لوگ ہر ہفتے، دوسرے اور پانچویں دن روزہ رکھتے اور اپنی نیکی کی تشہیر کیلئے کمزوری اور نقاہت کے پیشِ نظر رونی صورت بنا لیتے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس قسم کی ریا کارانہ روش کی مذمت کی اور اپنے پیروکاروں کو درجِ ذیل الفاظ میں نصیحت فرمائی:

''اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اُداس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنے منہ کو بگاڑتے ہیں تاکہ لوگ اُن کو روزہ دار جانیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے۔ بلکہ جب تُو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور مُنہ دھو۔ تاکہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ (آسمانی خدا، ناقل) جو پوشیدگی میں ہے تجھے روزہ دار جانے۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔''

(متی باب 6 آیت 16-18)

جس طرح قبول کی جانے والی نماز کی ایک بنیادی علامت نمازی کو فحشاء اور منکر سے بچانا ہے۔ یہی علامت بارگاہ ایزدی میں شرف قبول پانے والے روزہ میں بھی ہیں:

اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَجْھَلْ
(بخاری کتاب الصوم)

یعنی روزہ ڈھال ہے (روزہ دار) روزے میں فحش باتیں نہ کرے اور نہ ہی جہالت کے افعال۔ روزہ دار کو اس لحاظ سے ہمیشہ محتاط رہنا چاہیئے تا اس کا روزہ محض فاقہ کشی بن کر نہ رہ جائے۔

دُلہن کا استقبال اور آرائش

شادی کے حوالے سے دُلہن کے استقبال کا ذکر مضمون کے آخری حصہ میں آرہا ہے۔ مگر رمضان کے حوالے سے اسے شروع میں آنا چاہیئے تھا۔ مدعا و مفہوم کو الفاظ کے پیرائے میں خواہ کسی جگہ بیان کر دیا جائے، اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ ابتداء اور انتہا کی اس تناظر میں کوئی اہمیت نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ دُلہن کا خوشی، خیر سگالی اور بڑی شان سے استقبال کیا جاتا ہے۔ مکان کو اندر اور باہر سے سجایا جاتا ہے گھر پر چراغاں کیا جاتا ہے۔ دیہات میں دیئے جلا کر اور شہر میں بجلی کے قمقموں کی بہار سے دُلہن کا کمرہ، حجلہءعروسی چاہت سے سجایا جاتا ہے۔ اس تمام اہتمام کا بنیادی مقصد اظہارِ مسرت ہوتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی آمد پر مسرّت کا اظہار فرماتے بلکہ اس کی آمد سے قبل شعبان میں اس کے استقبال کے طور پر خاص گرم جوشی کا مظاہرہ فرماتے۔ نفلی روزے رکھتے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بقول، کسی دوسرے مہینے میں حضورؐ روزوں کا ایسا اہتمام نہ فرماتے۔ رمضان کے استقبال کیلئے خلوصِ دل سے روزے رکھنے اور دیگر عبادات میں حصہ لینے کی نیت کرنا اور اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے توفیق ارزانی کی دعا کرنا، عروسِ رمضان کے استقبال کی ایک خوبصورت ادا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پہلو پر درجِ ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

''میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ کے حضور عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا اُسے محروم نہیں رکھتا اور اسی حالت میں اگر رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جاتی ہے کیونکہ ہر کام کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت

کرے۔ جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا۔ اس کا دل اس بات کیلئے گریاں ہے تو فرشتے اس کیلئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو تو خدا تعالیٰ ہرگز اُسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔''

حضور علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

''ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور اس کا منتظر ہی تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزہ سے محروم نہیں ہے۔''

(فتاویٰ احمدیہ صفحہ 185 بحوالہ فقہ احمدیہ صفحہ 294 ایڈیشن 2004)

ایسی نیت اور دعا عروس رمضان کا بہترین استقبال ہے۔

ہنی مُون (ماہِ عسل)

''ہنی مُون'' کی اصطلاح سے سب واقف ہیں۔ اس کے پس منظر سے غالباً بہت سے لوگ اب بھی آگاہ نہیں۔ شادی کی رسم اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ انسانی تہذیب اور معاشرتی زندگی۔ مگر ''ہنی مون'' کی اصطلاح سولہویں صدی عیسوی کے وسط میں ڈھالی گئی۔ اُس وقت استعمال کئے جانے والے الفاظ خوشی اور نصیحت کا ایک حقیقت پسندانہ امتزاج تھے۔ اس اصطلاح کے ذریعے یہ پیغام دیا گیا کہ شادی کی مسرت، شہد کی شیرینی کی مانند ہے جس میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کمی آتی جاتی ہے۔ یہ صورت گھٹنے والے چاند سے مشابہ ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ یٰسین کی آیت 40 میں چاند کی اسی زوال پذیر کیفیت کا ذکر موجود ہے۔ مگر اب اس اصطلاح کا ناصحانہ کردار کالعدم ہو چکا ہے۔ اب نئے شادی شدہ جوڑے کا، شادی کے بعد کسی پسندیدہ مقام پر ان یادگار لمحات کو یکجا بسر کرنا باقی رہ گیا ہے۔ یہ بھی دراصل امیروں کے چونچلے ہیں جو متوسط گھرانوں میں بھی راہ پا گئے ہیں۔ غریب آدمی کو اپنی نو بیاہتا بیوی سے کچھ کم محبت نہیں ہوتی۔ مگر اُسے ان شوخ رنگوں میں اظہار کی توفیق نہیں ملتی۔ مُغل شہنشاہ شاہجہان نے اپنی ملکہ کے مزار پر کئی سال کی محنتِ شاقہ اور سرمایہ کاری کے بعد تاج محل بنوا دیا۔ اُس محل کو تعمیر کرنے والے ہزاروں مزدوروں میں سے ہر ایک نے اتنی ہی محبت کے باوجود، اپنی بیویوں کو کچی نامعلوم قبروں میں دفن کیا ہوگا!!

مشکوٰۃ میں وارد ایک حدیث کے مطابق ماہِ رمضان کا پہلا حصہ رحمت، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔ ماہِ رمضان کے حوالے سے جب میں نے ''ہنی مون'' کی اصطلاح پر غور کیا تو منکشف ہوا کہ ''اعتکاف'' کو عروسِ رمضان کا ''ہنی مُون'' کہا جا سکتا ہے۔ رمضان کے آخری عشرے میں اس ماہِ مبارک کی برکات و حسنات معراج پر پہنچ جاتی ہیں۔ حالتِ اعتکاف میں اہل ایمان کو کامل انقطاع سے وصال الٰہی کا ماحول میسر آتا ہے۔ روزہ دار مسجد ہی کے ایک کونے میں، یا خیمہ نما گھروندے میں، رمضان کے آخری عشرے کو بڑی حد تک دُنیا سے منقطع ہو کر بسر کرتا ہے۔ سجدہ گاہ ہی اُس کا اوڑھنا بچھونا ہو جاتی ہے۔ وہ پنجوقتہ باجماعت نمازوں کے علاوہ، نوافل، تلاوت، تسبیح و تحمید درُود و سلام، ذکرِ الٰہی اور تضرّعات میں اپنے روز و شب گزار دیتا ہے۔ دعاؤں کے اس ماحول میں اِنّی قریب کی تجلّیات سے اُس کا خانہء دل جگمگا اُٹھتا ہے۔ وصالِ الٰہی کے حوالے سے یہ اعتکاف ہی بندۂ مومن کا روحانی ''ہنی مون'' ہے۔

پھر یہ بھی تو دیکھئے کہ روایتی ہنی مون مہینے بھر کا ہوتا ہے۔ اعتکاف کا دورانیہ اگر چہ دس دن ہوتا ہے۔ مگر اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری اعتکاف 20 دن کا تھا۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اگر اعتکاف ایک عشرہ کا ہو تب بھی وہ مہینہ بھر کے طویل ہنی مون سے برتر و اَرفع ہوتا ہے۔ اس حالتِ اعتکاف میں ایک ایسی رات بھی آتی ہے جو قرآنی الفاظ میں ''لیلۃ القدر'' کہلاتی ہے۔ جو اپنی برکات و حسنات کے لحاظ سے ایک ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اگر اس کا دورانیہ ایک ہزار مہینے کے برابر ہی تسلیم کر لیا جائے تو یہ عرصہ تقریباً 84 سال بنتا ہے۔ بہت کم لوگ اس عمر کو پہنچتے ہیں۔ بعض ترقی یافتہ اور خوشحال ممالک میں بھی اوسط عمر 84 سال تک نہیں پہنچتی۔ مبارک ہیں وہ عاشقانِ الٰہی جنہیں وصل کی یہ لذّت میسّر آ جائے۔ دنیاوی ہنی مُون مہینہ بھر کا ہوتا ہے۔ اور یہاں ایک رات ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے جو ایک فرد کی حیاتِ مُستعار سے بھی لمبی

ہوتی ہے!

اسلام میں ہر نیک عمل، قول، حتّٰی کہ سوچ اور خیال پر بھی اجر وثواب کا انحصار ''نیت'' کے خلوص اور پاکیزگی پر ہوتا ہے۔ یہ نیت اعتکاف پر بھی محیط ہے۔ بخاری، کتاب الاعتکاف کی ایک حدیث میں اس پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا عزم فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی اعتکاف کی اجازت طلب کی۔ حضورؐ کی طرف سے اجازت ملنے پر، حضرت عائشہؓ نے اعتکاف کیلئے مسجد میں خیمہ نصب کروایا۔ اس کے بعد حضرت حفصہؓ، حضرت زینبؓ نے بھی وہاں اپنے لئے خیمے لگوادیئے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فجر کی نماز کے بعد وہاں چار تنبو دیکھے تو پوچھا کہ یہ کیسے خیمے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ امہات المومنین کے خیمے ہیں۔ حضورؐ نے وہ خیمے اکھڑوادیئے اور فرمایا:

''انہوں نے یہ کام ثواب کی نیّت سے نہیں کیا''

حضورؐ نے خود بھی اُس سال رمضان میں اعتکاف نہیں کیا بلکہ شوّال کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا۔

(بخاری کتاب الاعتکاف)

اس حدیث سے خلوص نیت کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔ ازواجِ مطہراتؓ سے بڑھ کر اور کون تقویٰ سے مزیّن ہوسکتا ہے؟ آیاتِ قرآنی اُن کے تقدس پر گواہ ہیں۔ دانش گاہِ نبویؐ سے شب و روز فیضیاب ہورہی تھیں۔ مگر عارف کے مراتب و مدارج کی بلندی کے ساتھ ہی رُوحانیت کا معیار بھی بلند سے بلند تر ہوجاتا ہے۔ اس میں ہم جیسے عام اُمّتی مسلمانوں کیلئے خاص پیغام ہے

ع

نرخ بالا کُن کہ ارزانی ہنوز

نئی زندگی کا آغاز

شادی کے بعد دُلہن اپنا گھر چھوڑ کر اپنے پیا کے گھر آجاتی ہے اور اس مقدّس بندھن کے ساتھ میاں بیوی نئی زندگی کا آغاز کرتے ہیں۔ رمضان المبارک بھی روحانی زندگی کا ایک نیا موڑ ثابت ہوسکتا ہے جسے صدقِ دل سے رمضان میں توبۃ النصوح کی توفیق ملتی ہے۔ اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اور نوزائیدہ بچے کی طرح معصوم ہوجاتا ہے۔ یہ حدیث ملاحظہ فرمایئے:

جس نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت اور احتساب (ثواب کی نیت سے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے) کی کیفیت میں رکھے، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

(بخاری کتاب الصوم)

رمضان نیکیوں کو اپنانے اور پختہ کرنے، برائیوں اور کمزوریوں سے جان چھڑانے کا مہینہ ہوتا ہے۔ اس مبارک مہینے میں بندے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر، حرام تو حرام ہے' حلال کو چھوڑ دینے کی ہمت پیدا ہوجاتی ہے اور یہ تربیت مسلسل مہینہ بھر جاری رہتی ہے۔ یہ صورتحال نئی زندگی کے آغاز اور نشوونما میں مُمد ثابت ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ وہ شخص بڑا ہی بدقسمت ہے جس نے رمضان کا مہینہ پایا مگر جنت میں داخل ہونے سے محروم رہا۔ گناہوں سے توبہ انسان کو اس منزل کے قریب لے جاسکتی ہے۔ اس میں ان لوگوں کیلئے بھی پیغام ہے جو رمضان کو ایک ماہ کی قید با مشقت سمجھتے ہیں۔ اور منتظر رہتے ہیں کہ رمضان جلد گزرے تا آزادی اور لذّات کام و دہن سے حسبِ سابق لطف اندوز ہوسکیں۔ یہ کیفیت ایک سچے مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہے۔ صیام رمضان کی فضیلت اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے مقاصد کو یکے بعد دیگرے کئی آیات میں تَتَّقُوْن، تَشْکُرُوْن، اور یَرْشُدُوْن کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے اور قبولیتِ دُعا کے ذریعے مشاہدۂ حق کی منزل واضح کی گئی ہے!!

غریب کی غریب دُلہن

''امیر'' ہونا عیب یا گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اسی لئے امراء کو تحدیثِ نعمت کا حکم دیا گیا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اکثر امراء کیلئے بدنی عبادات (نماز، روزہ، سفرِ حج وغیرہ) کے مقابلہ میں مالی عبادات نسبتاً زیادہ

آسان ہوتی ہیں۔ یہ کوئی قاعدہ قانون نہیں ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اپنے وقت کے امراء تھے مگر اپنے تقویٰ، طہارت، ذوقِ عبادت اور حلاوتِ ایمان کی وجہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں بھی ''عشرہ مبشرہ'' میں شامل فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ بھی ایک دولت مند تاجر تھے۔ حضورؐ نے اُنہیں بشارت دی کہ ''ریّان'' (روزہ رکھنے والوں کا دروازہ) کے علاوہ ان کا نام جنت کے ہر دروازے سے پکارا جائے گا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ روزوں کی قبولیت اور اُن کے اجروثواب کا انحصار، روزہ رکھنے والے کی امارت یا غُربت پر نہیں بلکہ نیت کے خلوص، تکمیل صوم اور ان کی ایمان و احتساب کی کیفیت پر ہے۔ البتہ ایک روزہ دار کے ذاتی احوال اور کوائف بھی ربِّ علیم وخبیر کی نظر سے اوجھل نہیں ہو سکتے۔ عین ممکن ہے کہ ایک غریب کے پاس سحری کیلئے مناسب غذا بھی میسر نہ ہو اور امیر آدمی کیلئے مرغّن اور مقوّی غذاؤں کے علاوہ طرح طرح کی لذیذ نعمتوں سے دسترخوان سجائے جاتے ہوں کہ انتخاب مشکل ہو جائے۔ اور افطار کے وقت اس شان و شوکت میں مزید وسعت اور تنوع پیدا کر دیا جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ غریب روزہ دار، روزے کی حالت میں دن بھر دھوپ میں محنت مزدوری میں مصروف رہے اور امیر شخص سارا دن ایئر کنڈیشنڈ مکان میں آرام کرے۔ اور افطار کے وقت کا بے چینی سے انتظار کرے۔ یہ آرام گناہ نہیں اور نہ ہی اس سے روزہ باطل ہو جائے گا لیکن ان دونوں کے روزے میں فرق ہے۔ ان دونوں کے اجروثواب کا فیصلہ ہم نہیں کر سکتے۔ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے میزانِ عدل کے سامنے ہوگا۔ کچھ بعید نہیں کہ عقبیٰ میں غریب روزہ دار کی ''عروسِ رمضان'' اپنے حسن و جمال، جاذبِ نظر لباسِ تقویٰ، عبادات اور نوافل کے مرصع زیورات، اخلاقِ حسنہ کے سولہ سنگھار، تسبیح وتحمید، انکسار، اور تشکّر و امتنان کے عطریات کی مہک، اور دوسری خصوصیات سے اُمراء کو حیران و پشیمان کر دے! یہاں مجھے حضرت عیسیٰؑ کا ایک قول یاد آ گیا ہے۔ پہلے وہ سیناریو ذہن میں متحضر کر لیجئے۔

یروشلم کے ہیکل سلیمانی کے خزانے کیلئے وہاں رکھے گئے صندوقچے میں زائرین شریعتِ توراۃ کی روایت کے مطابق، نذرانے کے سکّے ڈال رہے تھے۔ اُمراء نے سونے اور چاندی کے سکّے ڈالے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک بڑھیا آئی اور کانپتے ہوئے ہاتھ سے، سب سے چھوٹا سکہ اُس صندوقچے میں ڈالا۔ غالباً یہی اُس کی کُل پونجی تھی۔ حضرت عیسیٰؑ نے یہ منظر دیکھ کر کہا:

''آج سب سے بڑا نذرانہ اس خاتون نے پیش کیا ہے۔''

بلامبالغہ یہی کیفیت تصویری زبان میں اُس غریب روزہ دار کی غریب دُلہن کی ہے!!!

سب سے بڑی دولت

رضائے الٰہی دنیا و آخرت کی سب سے بڑی دولت ہے اور دُعا سب سے زیادہ طاقتور اسلحہ ہے اور قبولیتِ دُعا کی نعمت سب سے بڑا خزانہ ہے۔ خدا داری چہ غم داری!! دُعا، پرارتھنا اور Prayer کا ذکر تو سب کرتے ہیں قابل غور بات یہ ہے کہ قبولیتِ دُعا کے زندہ معجزات اور تجلیات کہاں ہیں؟ دُعا اور اس کی قبولیت کا ذکر تو ''فیشن'' کے طور پر' پاکستان میں' فلمی ستارے، گلوکار اور موسیقار سب سے بڑھ کر کرتے ہیں۔ اخباری بیانات میں اکثر یہ کہا جاتا ہے ''یہ کامیابی ہمارے پرستاروں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے''۔ بالفاظِ دیگر' عُریاں رقص' بازاری مکالموں اور جنسی اشتعال کو بھڑکانے والے گندے گانوں پر مشتمل سی ڈیز میں ''کامیابی'' بھی ''قبولیتِ دُعا'' کا فیض ہے۔ یعنی شیطان کو ان افعال کے ذریعے افرادِ اُمت کی دعاؤں کے ذریعے تقویت مل رہی ہے۔ جیسی روح ویسے فرشتے!! اس کا دوسرا پہلو بھی قابلِ غور ہے۔ بعض مسلمان دانش ور، ادیب اور شاعر' قبولیتِ دُعا کے حوالے سے مایوسی کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ میں صرف دو ایک مثالوں پر اکتفا کروں گا!!

فیض صاحب فرماتے ہیں ؎

زحمتِ گریہ و بُکا بے سُود
شکوۂ بختِ نارسا بے سُود
ہو چکا ختم رحمتوں کا نزول
بند ہے مدتوں سے بابِ قبول
بے نیازِ دُعا ہے ربّ کریم

پروین شاکر نے دُعاؤں کے حوالے سے مالکِ ارض وسما کا یہ نقشہ پیش کیا ہے

آسمانوں میں وہ معروف بہت ہے یا پھر
بانجھ ہونے لگے الفاظ مناجاتوں کے

اس قسم کے حضرات وخواتین کا کوئی قصور نہیں۔ وہ اس کوچے کی اونچ نیچ کے رازداں نہیں۔ اس زمانے میں اس مبارک سمندر کی شناور صرف جماعتِ احمدیہ مسلمہ ہے۔
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مسیحائی کا ایک رُوپ یہ بھی ہے کہ حضورؑ نے افرادِ جماعت میں قبولیتِ دُعا پر زندہ یقین قائم کر دیا ہے۔ ہر احمدی جانتا اور مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے۔ شرق وغرب اور شمال و جنوب میں، ہر احمدی خاندان میں قبولیت دُعا کے سچے اور ایمان افروز واقعات موجود ہیں ؎

چمن میں ہر طرف بکھری پڑی ہے داستاں میری

اور ہر سال رمضان میں نئے تجربات کے مواقع ملتے ہیں۔ یہ باغ تسلسل سے نئے پھل دے رہا ہے جب بھی رمضان آتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے خزانوں کے دروازے کھول دیتا ہے سائلوں پر کوئی قدغن نہیں۔ مگر ہر بندے سے خُدا اُس کے ظرف کے مطابق سلوک فرماتا ہے۔ فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست۔ اللہ تعالیٰ آنے والے رمضان کو ہم سب کیلئے مبارک فرمائے۔ ربّ کریم ہماری جھولیوں کو رضائے الٰہی کے جواہرات سے بھر دے۔ آمین۔

دَورِ سجود و قیام

راجہ نذیر احمد ظفرؔ

صد مبارک کہ ماہ صیام آگیا
یعنی پھر مژدۂ لطفِ عام آگیا
صد مبارک! کہ دَر رحمتوں کے کھلے
ماہِ رحمت بصد اہتمام آگیا
جس میں قرآن سی ہم کو نعمت ملی
وہ مہِ واجب الاحترام آگیا
بادہ خوارو! سبُو چاند کا دیکھ لو
مَے کشو! لو پھر اک دورِ جام آگیا
ہو مبارک یہ تشنہ لبی مومنو!
حوضِ کوثر سے کاس الکرام آگیا
کھانا پینا چھٹا عشق و مستی بڑھی
دَورِ ذکر و درود و سلام آگیا
سارے مستوں میں شورِ محبت اُٹھا
ساقیِ حوضِ کوثر کا نام آگیا
کہہ کے صَلِّ علیٰ سب فرشتے بڑھے
لب پہ جب ذکر خیرالانامؐ آگیا
خود خدا روزہ داروں کا انعام ہے
آپ پر یہ خدا کا کلام آگیا
وصل محبوب کے راستے کھل گئے
یعنی دَورِ سجود و قیام آگیا

روزوں کی اقسام

فرض روزے ، نفلی روزے

حسنیٰ مقبول احمد

زمانہء قدیم سے ہی 'روزہ' تقریباً تمام مذاہب کا ایک اہم ستون رہا ہے جس کا ثبوت ہمیں قرآن کریم کی درجِ ذیل آیت سے ملتا ہے:

''یَآ اَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ O

(البقرۃ: 184)

اس خطّہء ارض پر روزوں کا آغاز کب ہوا؟ اس کا علم تو صرف خدائے عالم الغیب کے پاس ہی ہے۔ انسانی تہذیب پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں مختلف اقسام کے روزے نظر آتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا بریٹینکا میں ''یومِ عاشورہ کا روزہ'' (محرم کی دسویں تاریخ) کے بیان میں لکھا ہے کہ یہ دن مذہبی تاریخ میں اسلیئے اہم ہے کہ اس دن حضرت آدمؑ پیدا کیئے گئے، جنت سے نکالے گئے، اور جنت میں داخل کیئے گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی جب وہ فرعون کی قوم سے نجات دیئے گئے اور فرعون کی قوم اسی دن غرق ہوگئی اس دن اظہارِ تشکر کے طور پر روزہ رکھا۔ اس اعتقاد کی بناء پر قدیم عرب میں ''یوم عاشورہ'' کے روزے کا رواج تھا۔ بعد میں اسی دن نواسہء رسولؐ کی کربلا کے مقام پر شہادت کی یاد میں اسلام کے بعض فرقوں میں یہ دن مزید اہمیت کا حامل ہوگیا۔

(Mahemmeden Fasts Page 198)

صحیح بخاری کی ایک حدیث کے مطابق حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت نوحؑ کی پیدائش کے وقت کا تعین فرمایا ہے۔ حضرت نوحؑ حضرت آدمؑ سے دس صدیوں (1056 برس بعد) بعد پیدا ہوئے۔ امام ابن کثیر کی ایک روایت کے مطابق جب کشتی نوحؑ طوفان سے نجات کے بعد جُودی پہاڑی سلسلہ پر جا کر رکی تو حضرت نوحؑ نے اس سرزمین پر سجدۂ شکر ادا کیا۔ آگ جلائی گئی اور ایک عرصہ کے بعد گرم کھانا تیار کیا گیا اور پھر اظہارِ تشکّر کے طور پر ایک دن روزے کیلئے مخصوص کیا گیا۔ (ابن کثیر)

ہندو مذہب جس کی تاریخ 4000 BCE پرانی ہے اس میں بہت سے اقسام کے روزوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے روزوں کا مقصد دیوی دیوتا کو خوش کرنا، ان کے غیض وغضب سے بچنا، اپنی ذات اور عادات کو منظم کرنا، جسمانی نشوونما کی بہتری، جسمانی غذا کو کم کرتے ہوئے ذہن کو روح کے قریب کرنا، خود کو مصائب وشدائد کیلئے تیار کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ انگریزی سال کے ہر مہینے میں کوئی نہ کوئی خاص تہوار ہے جس میں روزے رکھنے کا ذکر ہے مثلاً سال میں اپریل تا مئی ایک دن ایسا آتا ہے جب چاند اور سورج دونوں کی روشنی جوبن پر ہوتی ہے اس تاریخ کو معین کرکے روزہ رکھا جاتا ہے۔ اس مذہب میں خواتین جو مرد حضرات سے زیادہ روزہ رکھتی ہیں دیگر مقاصد کے علاوہ اپنے شوہر کی صحت وسلامتی کیلئے بھی روزے رکھتی ہیں۔ ہفتے کے ہر دن کیلئے ایک الگ دیوتا ہے (مثلاً ہنومان کیلئے روزہ رکھنے کیلئے منگل کا دن مقرر ہے) اور ہندو مذہب کے پیروکار اپنی سہولت، ضرورت کی بناء پر جس دن چاہیں روزہ رکھ سکتے ہیں۔ ہندومت کی اصل روزوں کی تعلیم کا مقصد بھی وہی تھا جیسا کہ سورۃ البقرۃ: 184 سے ثابت ہوتا ہے لیکن بعد میں تحریف کے

نتیجے میں اس کے مقاصد، اشکال اور ایام بدلتے گئے۔ ان کے روزوں میں عموماً آگ پر پکے ہوئے کھانے روزہ کے دوران نہیں کھائے جاتے البتہ دوسری قسم کی اشیائے خورد ونوش جیسے پھل، جوس اور دُودھ وغیرہ استعمال کی جاسکتی ہیں۔

بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ملّتِ ابراہیمؑ پر قائم رہنے کی ہدایت فرمائی جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مذہبِ اسلام ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کی تعلیمات اپنے اندر رکھتا ہے۔(النحل:124) اور (البقرة: 136)۔ اور حضرت ابراہیمؑ (جو Biblical Records کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے 500سال قبل گزرے ہیں) اور حضرت اسمٰعیلؑ سے بھی اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا کہ وہ بیت اللہ کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کیلئے پاک صاف کریں۔(البقرة:136)۔ اس کے علاوہ توحید کا پرچار، دعاومناجات، خیرات، روزہ، حج حضرت ابراہیمؑ کی تعلیمات کا حصہ تھے۔ رسوم اور مناسک حج کی ادائیگی کی تلقین کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ حج کے تمام مناسک ٹھیک ٹھیک طور پر ادا کرو کیونکہ یہ سب تمہارے باپ (حضرت ابراہیمؑ) کی طرف سے تمہیں ورثہ میں ملے ہیں (ترمذی)۔ حج (تمتع اور قران) میں روزوں کی ادائیگی کا ذکر ہے۔

حضرت الیاسؑ کی تعلیمات میں بھی روزوں کا ذکر ملتا ہے۔(یہودی اور اسلامی لٹریچر نے تین شخصیات کو الیاس کے نام سے یاد کیا ہے۔ ایک حضرت الیاسؑ جو حضرت موسیٰؑ سے پہلے گزرے تھے۔ ایک حضرت یحیٰؑ جن کو حضرت مسیحؑ نے الیاسؑ کہا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارہاص یعنی حضرت سید احمد بریلوی کو بھی الیاس کہا گیا ہے۔) حضرت الیاسؑ یعنی Elijah نے بھی ہورب کے مقام پر چالیس دن کے روزے رکھے۔ حضرت موسیٰؑ نے جو یہودی مذہب کے بانی تھے، جب ان کو دس احکامات پر مشتمل وحی عطا ہوئی، تو انہوں نے 'طور' پر چالیس دن اور رات کے روزے رکھے۔

یہود میں ان کے بزرگوں نے بعض نفلی روزوں کو رواج دیا جس میں کفارہ اور توبہ کا روزہ شامل ہیں۔ درج ذیل سالانہ روزے بہت مشہور ہوئے: چوتھے مہینے کا روزہ، پانچویں مہینے کا روزہ، ساتویں مہینے کا روزہ (یومِ عاشورہ کا روزہ) اور دسویں مہینے کا روزہ۔ یہود میں عاشورہ کا روزہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ یہ روزہ پچیس گھنٹے لمبا ہوتا ہے۔ یومِ کپور سے ایک شام پہلے سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور اگلے دن یعنی یومِ کپور کی رات کو ختم ہوتا ہے۔ اس میں کام اور کاروبار کرنا سختی سے منع ہے اور کھانے پینے سے مکمل پرہیز ہے۔ اپنے گزشتہ سال بھر کے گناہوں کی معافی مانگنا اور دوسروں کے قصور معاف کرنا اس دن کی عبادات کا اہم مقصد ہے۔

روزہ جس کا لفظی معنی رُکنے اور کسی کام سے منع رہنے کے ہیں، سے مراد صرف کھانے پینے سے رکنا ہی نہیں ہے بلکہ قرآن کریم نے حضرت یحیٰؑ کی پیدائش سے قبل ان کے والد حضرت زکریاؑ کے "تین دن کا چُپ کا روزہ" (ال عمران: 42) کا ذکر کیا ہے اور اسی طرح حضرت مریمؑ کا "چُپ کا روزہ" "نذر کا روزہ" بھی مذکور ہے (مریم:11)۔ اسی طرح الہامی کتاب زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہی ہم مذہب بعض دشمنوں اور بدخواہوں کے رویہ پر شکوہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں:

"لیکن میں نے تو ان کی بیماری میں جب وہ بیمار تھے ٹاٹ اوڑھا اور روزے رکھ رکھ کر اپنی جان کو دکھ دیا۔"

(زبور 'پہلی کتاب' باب 35آیت 13)

اس اقتباس میں روزے کی نوعیت بیان کرنے کیلئے "اپنی جان کو دکھ دیا" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

بائبل کے عہدنامہ جدید اور قدیم دونوں میں روزے کی تاکید کا ذکر ملتا ہے بائبل کے مطابق اور قرآن کریم بھی جس کی تصدیق کرتا ہے، حضرت عیسیٰؑ نے حضرت یحیٰ سے بپتسمہ لینے کے بعد بیابان میں جا کر چالیس دن تک روزے رکھے تھے۔ بلکہ انجیل کے بیان کے مطابق چالیس دن رات تک کچھ نہ کھایا نہ پیا۔(متی باب 4 آیت 2)۔ عیسائیت میں روزہ آجکل ایک مؤکدہ عبادت کے طور پر موجود ہے۔ بہت سے عیسائی اس کی فرضیت سے منکر ہیں، لیکن یہ عام

خیال رکھتے ہیں کہ اس عقیدہ کے بزرگ اہم فیصلوں سے پہلے روزے رکھنا ضروری سمجھتے تھے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰؑ نے نہ صرف خود روزے رکھے بلکہ روزے رکھنے کے مقاصد بھی ذکر فرمائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ عیسائی رومن کیتھولک روزوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کسی حواری کے ذریعہ یا کسی مذہبی حوالے سے ہی ان تک روزوں کی معلومات پہنچی ہوں گی۔ شروع میں یہ روزے تین دن، سات دن یا دس دن تک لمبے ہوتے تھے جس میں آگ پر پکی ہوئی اشیاء کے علاوہ ہلکی غذا کے استعمال کی اجازت تھی۔ ٹھوس غذاؤں جیسے گوشت وغیرہ سے پرہیز تھا۔ آجکل ان میں ایک دن کے روزے کا ذکر زیادہ عام ملتا ہے۔

عیسائی مذہب میں روزے کے مقاصد میں خدا سے قربت، جسمانی پاکیزگی، عجز وانکسار اور مؤاخات کا استحکام وغیرہ شامل ہیں۔ عیسائیت کے سب سے زیادہ مروجہ روزوں میں ایسٹر سے چالیس روز قبل اور ایسٹر کے دوسرے روزے شامل ہیں۔ اس کے علاوہ دوران سال باقاعدہ ہر ہفتے، ہر عشرے، ہر چالیس دن کے بعد روزے رکھنے کا طریق بھی بہت عام ہے۔

مذہب اسلام جس میں گزشتہ تمام سچے مذاہب کے روحانی خواص اپنی اکمل ترین صورت میں موجود ہیں، میں روزوں کا آغاز ساتویں صدی عیسوی میں ہوا۔ اور دیگر تمام التحیات، الصلوٰت اور الطیبات کی طرح یہ عبادت بھی اپنی جامعیت کی معراج کو پہنچ گئی۔ روزوں کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں خدائی منشاء سے اور کہیں انسانی تحریف کے باعث روزے اپنی اشکال بدلتے رہے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے بعض اوقات اپنے برگزیدہ انبیاء اور بندوں کو خاص قسم کے روزوں کی ادائیگی کا حکم فرمایا۔ بعض اوقات لوگوں نے اصل تعلیمات سے دُوری کی وجہ سے اپنی سہولت اور ضرورت کے پیشِ نظر ان کے اصول وضوابط ترتیب دے لئے اس کی مثال آجکل کے بدھ اِزم اور بہائی اِزم کے روزے ہیں۔

روزوں کو اگر ان کی افادیت، مقاصد، حدود وقیود کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ عبادت بھی وقت کے ساتھ ساتھ ایک عظیم الشان ارتقاء سے گزرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایسا ارتقاء جو زمانہ قدیم سے شروع ہوا اور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنی تکمیل کو پہنچا۔ یہ ایک ایسی عبادت ہے جو اس مذہب کے نبیؐ نے خود بھی کی اور اس کی تفاصیل اپنے ماننے والوں کیلئے بھی بعینہٖ اسی شکل میں محفوظ کیں۔ اسلامی روزوں کی فرضیت سے قبل بھی گزشتہ انبیاء کے طریق پر بانی اسلام حضرت محمد مصطفیؐ نہ صرف خود روزہ رکھتے تھے بلکہ مسلمانوں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے مثلاً عاشورہ کا روزہ۔ لیکن ماہِ رمضان اور قرآن کریم میں مذکور دیگر روزوں کی فرضیت کا حکم آنے کے بعد آپؐ نے صحابہؓ کو اختیار دیا کہ وہ نفلی روزے چاہیں تو رکھیں لیکن ان کی تاکید نہیں فرمائی لیکن فرض روزوں کو ہر عاقل بالغ مسلمان پر لازمی قرار دیا۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد اسلام میں روزوں کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں:

1۔ فرض روزے
2۔ نفلی روزے

فرض روزے

روزہ، اسلام کا ایک اہم رُکن ہے۔ ہجرت کے دوسرے سال اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مہینے میں مسلمانوں پر روزے رکھنا فرض فرمایا۔ جہاں قرآن کریم نے مخصوص حالات میں روزوں سے رخصت یعنی انہیں ماہِ رمضان کے علاوہ اور دنوں میں رکھنے کی اجازت دی ہے وہاں ہمیں سنتِ نبویؐ سے اندازہ ہوتا ہے کہ بلاعذر اور جان بوجھ کر روزہ چھوڑنا ایک بالغ مسلمان کیلئے گناہ بن جاتا ہے۔ اسلامی فرض روزے کئی قسم کے ہیں جن کے قواعد وضوابط درج ذیل ہیں۔

ماہِ رَمضان کے روزے

ارشادِ خداوندی ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی

وَالْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط

(البقرۃ: 186)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن انسانوں کیلئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے۔

شرعی اصطلاح میں طلوع فجر (صبح صادق) سے لے کر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے رُکنے کا نام صوم یا روزہ ہے۔'' (فقہ احمدیہ صفحہ 267)

ایک مسلمان کو چاہیئے کہ اس حکم کی تعمیل میں اس پورے ماہ کے روزے رکھے اور حسبِ ارشاد عبادات بجالائے۔ لیکن رخصت کے دنوں یعنی سفر، بیماری، مجبوری میں روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔۔۔

رمضان کے چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ط

(البقرۃ: 185)

جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

کفارہ ظہار کے روزے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ط ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌO فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ج فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ط ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ط وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O

(المجادلۃ: 4-5)

وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیتے ہیں اور پھر جو کہتے ہیں اس سے رجوع کر لیتے ہیں، تو پیشتر اس کے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں ایک گردن کا آزاد کرنا ہے یہ وہ ہے جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ جو تم کرتے ہو اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔ پس جو اس کی استطاعت نہ پائے تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنا ہے پیشتر اس کے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں پس جو (اس کی بھی) استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

کفارہ قتل کے روزے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ج وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ط فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ط وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ج فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ز۔۔۔(النساء: 93)

اور کسی مومن کیلئے جائز نہیں کہ کسی مومن کو قتل کرے سوائے اس کے کہ غلطی سے ایسا ہو اور جو کوئی غلطی سے کسی مومن کو قتل کرے تو ایک مومن غلام کا آزاد کرنا ہے اور (طے شدہ) دیت اس کے اہل کو ادا کرنا ہوگی سوائے اس کے کہ وہ معاف کر دیں اور اگر (وہ) مقتول تمہاری دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہو تو اور وہ مومن ہو تب (بھی) ایک مومن غلام کا آزاد کرنا ہے۔ اور اگر وہ ایسی قوم سے تعلق رکھنے والا ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد و پیمان ہوں تو اس کے اہل کو (طے شدہ) دیت دینا لازم ہے اور ایک مومن غلام کا آزاد کرنا بھی اور جس کو یہ توفیق نہ ہو تو دو مہینے متواتر روزے رکھنا ہونگے۔۔۔۔

عمداً روزہ توڑ دینے کی سزا کے ساٹھ روزے

یہ بھی فرض روزوں میں سے ہے۔ ایک حدیث میں ہمیں اس کا ذکر یوں ملتا ہے کہ:

"رمضان کا روزہ عمداً توڑنے والے کیلئے اس روزہ کی قضا کے علاوہ کفارہ (یعنی بطور سزا) ساٹھ روزے متواتر رکھنا بھی واجب ہے۔ اگر روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو تو اپنی حیثیت کے مطابق ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلانا اکٹھے بٹھا کر یا متفرق طور پر یا ایک غریب کو ہی ساٹھ دن کے کھانے کا راشن دے دینا یا اس کی قیمت ادا کرنا کافی ہے۔ اگر اس کو کھانا کھلانے کی بھی استطاعت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار رہو اور اس کا فضل طلب کرے۔

کفارہ 'قَسَم' کے روزے

یہ بھی فرض روزوں کی قسم ہے۔ ایک قَسَم یا عہد توڑنے پر کفارہ کے طور پر تین روزے رکھنے کا حکم ہے۔ اسلام اس سلسلے میں درج ذیل احکامات دیتا ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ج فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ط فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ط ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ط...

(المائدة: 90)

اللہ تمہیں تمہاری لغو قسموں پر نہیں پکڑے گا لیکن وہ تمہیں ان پر پکڑے گا جو تم نے قسمیں کھا کر وعدے کئے ہیں۔ پس اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے جو اوسطاً تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا انہیں کپڑے پہنانا ہے یا ایک گردن آزاد کرنا ہے اور جو اس کی توفیق نہ پائے تو تین دن کے روزے (رکھنے ہوں گے)۔ یہ تمہارے عہد کا کفارہ ہے جب تم حلف اٹھالو۔۔۔

نذر کے روزے

اس کا ذکر ہمیں قرآن کریم کی سورۃ مریم آیت 27 میں ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مریمؑ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ج فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا لا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا O

(سورة مريم: 27)

پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر اور اگر تو کسی شخص کو دیکھے تو کہہ دے کہ یقیناً میں نے رحمان کیلئے روزے کی منت مانی ہوئی ہے پس آج میں کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی۔

حجِ تمتع یا حجِ قران کے روزے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط ...فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ط فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ج فَاِذَآ اَمِنْتُمْ قف فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ط تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ط ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط...

(البقرة: 197)

اور اللہ کیلئے حج اور عمرہ کو پورا کرو پس اگر تم روک دیئے جاؤ تو جو بھی قربانی میسر آئے (کردو) اور اپنے سروں کو نہ منڈواؤ یہاں تک کہ قربانی اپنی (ذبح ہونے کی) مقررہ جگہ پر پہنچ جائے۔ پس اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو کچھ روزوں کی صورت میں یا صدقہ دے کر یا قربانی پیش کر کے فدیہ دینا ہوگا۔ پس جب تم امن میں آجاؤ تو جو بھی عمرے کو حج سے ملا کر فائدہ اٹھانے کا ارادہ کرے تو (چاہیئے کہ) جو بھی اسے قربانی میں سے میسر آئے (کردے) اور جو توفیق نہ پائے تو اسے حج کے دوران تین دن کے روزے رکھنے ہوں گے۔ اور سات جب تم واپس چلے جاؤ۔ یہ دس (دن) مکمل ہوئے۔ یہ (اوامر) اس کیلئے ہیں جس کے اہلِ خانہ مسجد حرام کے پاس رہائش پذیر نہ ہوں۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ

اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

حج پر جانے والے عمرہ اور حج دونوں کی ادائیگی سے فیضیاب ہوتے ہیں۔حج تمتع کا طریق یہ ہے کہ پہلے عمرہ کرے اور حج کیلئے نیا احرام باندھے۔مفرد حج یعنی صرف حج کرنے والے کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ دسویں ذوالحجہ کو قربانی کرے لیکن حج تمتع کرنے والے حاجی کیلئے یہ امر ضروری ہے۔البتہ ایک نرمی یہ رکھی گئی ہے کہ اگر قربانی میسر نہ آئے تو اس کے بدل کے طور پر دس روزے رکھے۔مقامی ہونے کی حالت میں یہ روزے مکمل کئے جائیں لیکن مسافر ہونے کی صورت میں تین حج کے دوران یعنی سات، آٹھ، اور نو ذوالحجہ کو اور سات واپس گھر آ کر رکھے۔

اسی طرح حج قران میں بھی ہمیں روزوں کا ذکر ملتا ہے۔حج تمتع سے یہ حج صرف اس طرح سے مختلف ہے کہ اس میں عمرہ اور حج کیلئے ایک ہی احرام باندھا جاتا ہے یعنی عمرہ سے قبل احرام باندھا جاتا ہے اور دسویں ذوالحجہ کو حج کے مکمل ہونے پر وہ احرام کھولا جاتا ہے۔قربانی کا طریق بھی وہی ہے اور اس کے میسر نہ آنے پر اسی طریق پر روزوں کی ادائیگی لازم ہے۔

بحالتِ احرام شکار کرنے کی وجہ سے روزہ

سورۃ المائدہ آیت 96 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَاتَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ط وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَاقَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَاعَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًاۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْعَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ط...

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شکار مارا نہ کرو جب تم احرام کی حالت میں ہو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر مارے تو سزا کے طور پر کعبہ تک پہنچنے والی ایسی قربانی پیش کرے جو اس جانور کے برابر ہو جسے اس نے مارا ہے، جس کا فیصلہ تم میں سے دو صاحبِ عدل کریں۔یا پھر اس کا کفارہ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا پھر اس کے برابر روزے (رکھے) تا کہ وہ اپنے فعل کا بدنتیجہ چکھے ---

قرآن کریم میں روزوں کی تعداد کیلئے چند کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن بخاری کتاب التفسیر کی ایک حدیث میں اس ضمن میں چھ مساکین کو کھانا کھلانے یا تین روزے رکھنے کا ذکر ملتا ہے۔(بحوالہ فقہ احمدیہ)

بحالتِ احرام سر منڈوانے کی وجہ سے روزہ

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط....وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ ط فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْبِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْنُسُكٍ ج

(البقرة: 197)

اور حج اور عمرہ کو اللہ کی رضا کیلئے پورا کرو۔پھر اگر تم (کسی سبب سے حج اور عمرہ سے) روکے جاؤ تو جو قربانی میسر آئے (ذبح کرو) اور جب تک کہ قربانی اپنے مقام پر (نہ) پہنچ جائے اپنے سر نہ مونڈو۔اور جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اپنے سر (کی بیماری کی وجہ سے) اُسے تکلیف (پہنچ رہی) ہو (اور وہ سر منڈوا دے) اُس پر (اس وجہ سے) روزوں یا صدقہ یا قربانی کی قسم سے کچھ فدیہ (واجب ہوگا)۔

قرآن کریم نے فدیہ کی تینوں اقسام کو غیر معین رکھا ہے۔مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد سے اس کی تعیین ہوتی ہے۔حضرت کعبؓ ایک صحابی تھے۔ان کے سر میں جوئیں پڑ گئیں اور اُن کی کثرت ہوگئی۔۔۔۔وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اے کعب! تجھے ان جوؤں کی وجہ سے بہت تکلیف ہے۔تو سر منڈوا دے اور صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ اَوْ نُسُكْ شَاةً۔

تو فدیہ کے طور پر تین دن کے روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا

ایک بکری کی قربانی دے دے۔

نفلی روزے

شوال کے روزے

ان کی تعداد چھ ہے اور مسنون طریق کے مطابق یہ عید کا دن چھوڑ کر یعنی یکم شوال کے فوراً بعد 2 شوال سے 7 شوال تک رکھے جاتے ہیں۔ان روزوں کے ثواب کی کمیت کا اندازہ کرنے کیلئے ایک حدیث کا ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد (عید کا دن چھوڑ کر) شوال کے بھی چھ روزے رکھے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے اس نے سال بھر کے روزے رکھے ہوں (کیونکہ ایک روزے کا دس گنا ثواب ملتا ہے۔اس طرح چھتیس روزوں کا تین سو ساٹھ گنا ثواب ملے گا۔)

(مسلم کتاب الصیام باب استحباب صوم ستة ایام من شوال)

عاشورہ کا روزہ

تمام عالم اسلام خاص طور پر اہل تشیع کیلئے حضرت حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے یہ دن اہم ہے۔یہود بھی Jewish کیلینڈر کے مطابق ساتویں مہینے (Tishri) کی دس تاریخ (یوم عاشورہ) کو روزہ رکھتے ہیں جسے ''یوم کپور'' کہا جاتا ہے اور اسلامی کیلینڈر کے حساب سے یہ روزہ ''محرم'' کی دس تاریخ کو رکھا جاتا ہے۔جو اصل میں تاریخی لحاظ سے ایک ہی دن ہے۔مسند احمد بن حنبل کی ایک حدیث ہے کہ:

'' حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ایسے یہودیوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا یہ کیسا روزہ ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ آج کے دن ہی اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو غرق ہونے سے بچالیا تھا اور اس روز فرعون غرق ہوا تھا،نوح کی کشتی جُودی پہاڑ پر رکی تھی۔نوح علیہ السلام نے اور موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے شکرانے کے طور پر اس دن روزہ رکھا تھا۔اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تعلق کا سب سے زیادہ حقدار ہوں اور اسی وجہ سے اس دن روزہ رکھنے کا بھی میں زیادہ حقدار ہوں۔پھر آنحضور ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور اپنے صحابہ کو بھی عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔''

(مسند احمد بن حنبل جلد 2صفحہ 359-360مطبوعہ بیروت)

یہ حدیث An Introduction to Islam for Jews by Reuven Firestone نے بھی نقل کی ہے اور ذکر کیا ہے کہ یہ روایت اس وقت کی معلوم ہوتی ہے جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تھے۔لیکن بعد میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کی وجہ سے آپؐ نے فرمایا کہ جو چاہے یہ روزہ رکھے اور جو نہ رکھنا چاہے اسے بھی اختیار ہے۔

صومِ داؤد علیہ السلام

سیدنا حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ اپنی تصنیف An Elementary Study of Islam میں اس روزے کا ذکر کرتے ہوئے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے حوالے سے جو آنحضرت ﷺ سے زندگی بھر کے روزے رکھنے کیلئے بصد اصرار اجازت مانگ رہے تھے، تحریر فرماتے ہیں:

The Holy Prophet reminded him specifically of his responsibilities in the area of human relationship:' Do your duty to God as well as the creation of God equitably' was the advice. To some, after their insistent petulant begging, he permitted optional fasts only in the style of David, peace be upon him. The Holy Founder of Islam told them that it was the practice of

David to fast one day and abstain from doing so the next. Throughout his life, after he made this vow, he kept the fast on alternate days. So the Holy Prophet(saw) said ' I can only permit you that much and no more.'

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص جوانی کے ایام میں رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری نیت ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں ساری رات جاگ کر عبادت کروں اور دن کے وقت روزہ رکھا کروں۔ رسول کریم ﷺ نے اُنہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے تم روزے ضرور رکھو لیکن افطار بھی کیا کرو یعنی کچھ دن روزے اور کچھ دن افطار۔ رات کو نماز بھی پڑھو اور کچھ دیر سونے میں بھی گزارو۔ جیسا کہ تمہارے اہل کا تم پر حق ہے ان کے حقوق ادا کرو۔ زیادہ سے زیادہ آپؐ نے حضرت عبداللہ کو فرمایا کہ ہر ماہ میں تین روزے رکھ لیا کرو۔ ہر نیکی کا ثواب اگر اللہ چاہے تو دس گنا لکھا جاتا ہے اس طرح ہر ماہ تین روزے رکھنے سے ہمیشہ کے روزوں کا اجر ملتا رہے گا لیکن حضرت عبداللہؓ نے پھر عرض کی کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو یعنی دو دن روزہ نہ رکھو۔ حضرت عبداللہؓ اس سے زیادہ کیلئے مُصر رہے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پھر صومِ داؤدی کو اختیار کرو یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہ دی۔

احادیث سے واضح طور پر ثابت ہے کہ صوم دہر یعنی رمضان کے علاوہ سال بھرؑ ہر روزؑ روزہ رکھنا اسلام میں منع ہے۔

یومِ عرفہ کا روزہ

سورۃ البقرۃ آیت 200 میں حج کے دوران میدانِ عرفات میں حاجیوں کیلئے قیام کرنے کا ذکر موجود ہے۔ عرفات مکہ سے شمال مشرق کی طرف 9 میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے جہاں سب حاجی 9 ذوالحجہ کو جمع ہوتے ہیں۔ ہر مسلمان کیلئے جو حج ادا نہیں کر رہا ہوتا یعنی اپنے گھروں میں مقیم ہوتے ہیں اُن کیلئے اس دن روزہ رکھنے کا ارشاد ہے اور اس کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے بعض روایات کے مطابق اس دن کا روزہ رکھنے کا ثواب پوری زندگی روزے رکھنے کے برابر ہے۔

ہر اسلامی مہینے کی 15,14,13 تاریخ کا روزہ

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّھْرِ ثَلَاثَ عَشْرَۃَ وَاَرْبَعَ عَشْرَۃَ وَخَمْسَ عَشْرَۃَ۔

(ترمذی کتاب الصوم باب صوم ثلثۃ من کل شھر)

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر ثواب کی خاطر ہر ماہ تین روزے رکھنا چاہو تو ہر مہینے کے ایام بیض یعنی چاند کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں کو روزہ رکھو۔

مذکورہ بالا روزوں کے علاوہ سال میں ممنوعہ ایام کے علاوہ کسی بھی دن ثواب کی نیت سے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے نفلی روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ ممنوعہ ایام میں چھوٹی عمر کے ایام، سفر، بیماری، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ (سوائے اس جزوی روزہ کے جو قربانی کے دن قربانی کے وقت تک رکھا جاتا ہے) کے دنوں میں، ایام تشریق یعنی حج کے اگلے تین دن 13,12,11 ذوالحجہ کو، صرف جمعۃ المبارک کے دن کو خاص کر کے روزہ رکھنا اور ایک حاجی کیلئے یومِ عرفہ کے دن روزہ رکھنا منع ہے۔ نیروز ومہرگان جو پارسیوں کے تہوار ہیں، نیروز نئے سال کے پہلے دن کی چھٹی کا دن اور مہرگان پارسیوں کی ایک دیوی کا نام ہے۔ یہ دونوں تہوار پارسیوں کے مذہبی تہوار ہیں۔ ان دنوں میں روزہ رکھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

اسلامی روزے کی جزاء خود خدا تعالیٰ کی ذات، اس کا قرب اور اس کا پیار ہے۔ محض بھوکا پیاسا رہنے کو روزہ نہیں قرار دیا گیا بلکہ اس حالت میں یادِ الٰہی

میں مشغول رہنے اور اخلاقِ فاضلہ کا مظہر بننے کی کوشش کرنا ہی اصل روزہ کہلاتا ہے، اگر روزہ رکھتے ہوئے کوئی اور مقصد اور نیت کی جائے جو کسی بھی لحاظ سے شرک سے قریب کرتا ہو، تو وہ اسلامی روزہ نہیں ہے۔ روزہ داروں کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے ۔تقریباً تمام مذاہب میں ہی اصل تعلیمات' انسانی عمل دخل سے کم وبیش تبدیل ہوچکی ہیں۔ ان مذاہب میں اس طریق کے روزے رکھنے کا رواج کم ہوتا جارہا ہے جیسا کہ اصل فرضیت کے وقت میں ہوتا ہوگا۔ان کی تعداد، مقاصد، اوقات یہاں تک کہ نیت تک میں فرق آچکا ہے۔آج کل تو غم وغصہ، دکھ، محرومی اور ماتم کے اظہار اور حقوق کے حصول کے سلسلے میں بھی روزے رکھ لئے جاتے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمادیا ہے کہ روزے رکھنے کا مقصد یہی ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور اس عبادت کی ادائیگی کی نتیجے میں اس کے شکر گزار بندے بنو۔ایک سچا مسلمان جسے دینِ کامل کی اطاعت گزاری کی سعادت حاصل ہے' کی عبادت کے معیار بھی سب سے نرالے اور سچے ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح رنگ میں روزہ کی عبادت بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے کہ روزہ کے دوران انسان کو ایک طرح سے اللہ تعالیٰ سے مشابہت پیدا ہوجاتی ہے۔آپؓ فرماتے ہیں:

''روزوں کا روحانی فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے انسان خداتعالیٰ سے مشابہت اختیار کرلیتا ہے۔ خداتعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ نیند سے پاک ہے۔انسان ایسا تو نہیں کرسکتا کہ وہ اپنی نیند کو بالکل چھوڑ دے مگر وہ اپنی نیند کے ایک حصہ کو روزوں میں خداتعالیٰ کیلئے قربان ضرور کرتا ہے۔سحری کھانے کیلئے اٹھتا ہے۔تہجد پڑھتا ہے۔عورتیں جو روزہ نہ بھی رکھیں وہ سحری کے انتظام کیلئے جاگتی ہیں کچھ وقت دُعاؤں میں اور کچھ نماز میں صرف کرنا پڑتا ہے اور اس طرح رات کا بہت کم حصہ سونے کیلئے باقی رہ جاتا ہے اور کام کرنے والوں کیلئے تو گرمی کے موسم میں دو تین گھنٹے ہی نیند کیلئے باقی رہ جاتے ہیں۔ اس طرح انسان کو اللہ تعالیٰ سے ایک مشابہت ہوجاتی ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے۔انسان کھانا پینا بالکل تو نہیں چھوڑ سکتا مگر پھر بھی رمضان میں اللہ تعالیٰ سے وہ ایک قسم کی مشابہت ضرور پیدا کرلیتا ہے پھر جس طرح اللہ تعالیٰ سے خیر ہی خیر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح انسان کو بھی روزوں میں خاص طور پر نیکیاں کرنے کا حکم ہے۔۔۔اسی طرح وہ اُس حد تک خداتعالیٰ سے مشابہت پیدا کرلیتا ہے جس حد تک ہوسکتی ہے۔اور یہ ظاہر ہے کہ ہر چیز اپنی مثل کی طرف دوڑتی ہے۔فارسی میں ضرب المثل ہے کہ

''کند ہم جنس با ہم جنس پرواز''

(تفسیر کبیر صفحات 378-379)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے آپ میں یہ مشابہت اُجاگر کرنے اور پھر اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، تاکہ ہمارا کھانا پینا، سونا جاگنا، ہر حرکت وسکون محض اللہ کی رضا کے حصول کے لئے ہو اور ہمارے حق میں وہ الٰہی وعدہ پورا ہو کہ اِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یعنی روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا بنوں گا۔

تقویٰ وطہارت

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک بار ان کو مخاطب کرکے فرمایا۔

اے ابوہریرہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کر تُو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائے گا۔قناعت اختیار کر تو سب سے بڑا شکر گزار شمار ہوگا۔ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کیلئے پسند کرو تو صحیح مومن سمجھے جاؤ گے۔ جو تیرے پڑوس میں بستا ہے اس سے اچھے پڑوسیوں والا سلوک کرو تو سچے اور حقیقی مومن کہلاسکو گے۔کم ہنسا کرو کیونکہ بہت زیادہ قہقہے لگا کر ہنسنا دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔

(ابن ماجہ کتاب الزھد باب الورع و التقویٰ)

جماعت احمدیہ امریکہ کی ویسٹ کوسٹ جماعتوں کے جلسہ ہائے یومِ خلافت

سید شمشاد احمد ناصر

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری دنیا میں جماعت احمدیہ کے احباب اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہیں کہ انہیں یہ مبارک دن دیکھنا نصیب ہوا کہ وہ خلافت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کی تقریبات میں شریک ہوئے۔ یہ خاصہ اور یہ برکت صرف اور صرف جماعت احمدیہ مومنین ومتقین کے گروہ کو ہی نصیب ہوئی اور اس پر ہم سب جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کم ہے۔

یہاں امریکہ میں بھی شروع سال سے ہی محترم امیر صاحب امریکہ کی ہدایات پر ساری جماعتوں میں مختلف پروگرام مرتب کئے جا رہے تھے۔ ہر موقعہ، ہر میٹنگ، ہر فنکشن اور ہر تقریب کا مرکزی نقطہ اور بنیادی پروگرام اور main theme خلافت احمدیہ ہی تھی۔ خواہ وہ جلسہ یومِ مصلح موعود تھا یا جلسہ مسیحِ موعودؑ۔

الحمدللہ 27 مئی کے حوالے سے جب کہ ساری دنیا کی جماعتیں یومِ خلافت منا رہی تھیں ویسٹ کوسٹ کی جماعتوں نے بھی جلسہ یومِ خلافت اپنے بھرپور انداز میں منایا۔ جس کی مختصراً جھلک پیش کی جاتی ہے۔ محترم امیر صاحب کی ہدایت پر ہر ریجن کے نائب امیر اور انچارج مبلغ پورے سال کے پروگراموں کے نگران بنا دیئے گئے تھے۔ چنانچہ مکرم ومحترم ڈاکٹر حمید الرحمان کی سرکردگی میں خاکسار کی رہائش گاہ (مشن ہاؤس) پر میٹنگز ہوئیں (مسجد بیت الحمید تعمیر کے مراحل سے گزر رہی ہے اس لئے یہ میٹنگز مشن ہاؤس میں منعقد کی گئیں) ان میں مختلف مواقع پر ریجن کی جماعتوں کے صدر صاحبان اور عاملہ کے ممبران اور دیگر احباب شرکت فرماتے رہے۔ جو جماعتیں دور تھیں ان کے صدر صاحبان سے بذریعہ فون بات ہوئی۔ اور اس طرح ریجن کی تمام جماعتوں کے ساتھ رابطہ کر کے پروگرام مرتب کئے گئے۔

یہاں کی سب سے بڑی جماعت لاس اینجلس ایسٹ نے چند دوسری جماعتوں یعنی ان لینڈ ایمپائر اور سان ڈیگو کی جماعتوں سے مل کر ایک پروگرام ترتیب دیا اور کامیابی سے اس پر عمل ہوا۔ لاس اینجلس ویسٹ کی جماعت نے علیحدہ پروگرام کیا۔ لاس ویگاس نے بھی علیحدہ پروگرام منعقد کیا۔ توسان اور فی نکس کی جماعتوں نے مل کر ایک پروگرام منعقد کیا۔

27 مئی کو خصوصیت کے ساتھ تمام جماعتوں میں نماز تہجد ادا کی گئی۔ احبابِ جماعت نمازِ تہجد کے لئے مساجد، مشن ہاؤس، اور نماز سینٹرز میں ذوق اور شوق سے جمع ہوئے۔ پھر مرد وخواتین اور بچوں نے ایم ٹی اے کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا live خطاب سنا۔ وہ منظر قابلِ دید تھا جب حضورِ انور نے احباب کو کھڑا کر کے اشاعتِ اسلام اور استحکامِ خلافت کے لئے عہد لیا۔ بہت ساری آنکھیں نم تھیں اور پھر دعا میں تو عجب سماں بندھا ہوا تھا۔ اور دعائیں کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ مبارک دن دکھایا اور خدا تعالیٰ سے جو عہد کیا ہے اس کو پورا کرنے کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ سب لوگ خدا تعالیٰ کے حضور شکر بجا لا رہے تھے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔

مردوں، خواتین اور بچوں پر بھی اس کا بہت اثر ہوا۔ احبابِ جماعت کے ساتھ ٹیلیفون کے ذریعے سارا دن اسی بات کا ذکر چلتا رہا،

الحمدللہ۔

مختلف جماعتوں نے الگ الگ اپنے جلسے کئے اس کی مختصر روئداد درج ذیل ہے۔

لاس اینجلس

لاس اینجلس میں دو جگہ پر جلسہ ہوا۔ مسجد بیت الحمید چونکہ تعمیر ہو رہی ہے اس لئے لاس اینجلس ایسٹ اور لاس اینجلس ان لینڈ ایمپائر کی جماعتوں کو اپنا جلسہ منعقد کرنے کے لئے ایک ہال کرایہ پر لینا پڑا۔ مکرم عاصم انصاری صاحب صدر جماعت ان لینڈ ایمپائر کی سربراہی میں ٹیمیں تیار کی گئیں جنہوں نے بڑی تندہی کے ساتھ یومِ خلافت منانے کے جملہ انتظامات مکمل کئے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

مکرم مونس چوہدری صاحب کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ جماعتِ احمدیہ کی سو سالہ دورِ خلافت کی تاریخ پر پروگرامز بنائیں۔ چنانچہ انہوں نے بہت محنت کے ساتھ چار نوجوان خدام کو جماعت کی سو سالہ دورِ خلافت کی تصویر پیش کرنے کے لئے تیار کیا۔ مکرم چوہدری صاحب نے ان چاروں خدام کو متعدد بار اپنی رہائش گاہ پر بلا کر مشقیں کروائیں اور ان پروگراموں کی پیش رفت کا خیال بھی رکھا۔ مکرم چوہدری صاحب کی تیار کردہ اس ٹیم کے ہر نوجوان نے 25 سالہ دورِ خلافت کی تاریخ کو سلائیڈز اور وڈیوز کے ذریعہ سامعین کے سامنے بڑی کامیابی کے ساتھ پیش کیا۔ جلسہ کے دن جب مکرم سیف الرحمان صاحب، مکرم فیصل راجپوت صاحب، مکرم رضوان الحق جٹالہ صاحب، اور مکرم عطاً المالک خان صاحب نے پچیس پچیس سالہ دورِ خلافت کی کامیابیوں اور کارناموں کو سلائڈز اور وڈیوز کی جھلکیوں کے ساتھ پیش کیا تو سامعین بہت محظوظ اور متاثر ہوئے۔ مکرم سیف الرحمان صاحب نے تاریخی حوالہ جات کے ساتھ خلافتِ احمدیہ کے آغاز سے لے کر پہلے پچیس سالوں کا ذکر کیا۔ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول حضرت الحاج حکیم نور الدینؓ کی خلافت کا مکمل دور اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا محمود احمدؓ کے 1932 تک کے دورِ خلافت کو اپنی معروضات کا موضوع بنایا۔ اس نوجوان مقرر نے جہاں ایک طرف 1908 سے لے کر 1932 کے دور میں پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کیا تو دوسری طرف دونوں خلفائے مسیح موعود کی انتھک محنتوں اور دعاؤں اور پھر ان کے نتیجے میں حاصل ہونے والی کامیابیوں اور خدا تعالیٰ کی برکتوں کا جامع خاکہ پیش کیا۔ مکرم فیصل راجپوت صاحب نے 1933 سے 1958 کے حالات تصاویر اور حوالہ جات کے ساتھ پیش کئے جن میں احراری شرارتوں، تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ کا حصہ، پاکستان کے قیام میں جماعت احمدیہ کی خدمات اور 1953 کے اینٹی احمدیہ فسادات کا ذکر کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس دور میں خلیفہ ثانیؓ کی زبردست قیادت کی وجہ سے حاصل ہونے والی ترقیات اور اعلیٰ کامیابیوں کا ذکر کیا۔ اس دور میں جماعت احمدیہ کی ترقیات کے حوالے سے بین اقوامی سطح پر مشن ہاؤسز کے قیام کا بالخصوص تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔ اس کے بعد مکرم رضوان الحق جٹالہ صاحب نے اگلے پچیس سال کے دوران ہونے والے واقعات تصاویر، وڈیوز اور آڈیوز کی مدد سے پیش کئے۔ 1959 سے لیکر 1983 تک کے ان پچیس سالوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خلافت کے آخری سات سال، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خلافت کا مکمل دور اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خلافت کے ابتدائی دو سال جس، میں ہجرت کر کے لندن آنے کے حالات بھی شامل تھے۔ رضوان جٹالہ صاحب نے اپنے بیان میں 1974 کے واقعات اور جماعت احمدیہ پر ہونے والے مظالم کا بھی ذکر کیا۔ اور اپنی پیشکش حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اُس تاریخی خطبہ کی وڈیو کے ساتھ ختم کی جس میں آپؒ نے دشمنانِ احمدیت کو با آوازِ بلند ان الفاظ میں تنبیہہ کی تھی کہ **"جماعت احمدیہ کا ایک مولا ہے، اور زمین و آسمان کا خدا ہمارا مولا ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارا کوئی مولا نہیں۔ خدا کی قسم جب ہمارا مولا ہماری مدد کو آئے گا تو کوئی تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ خدا کی تقدیر تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی"۔**

اس کے بعد مکرم عطاء المالک خان صاحب نے خلافتِ رابعہ کے باقی سالوں اور خلافتِ خامسہ کے اب تک کے حالات کا موازنہ پیش کیا۔ انہوں نے نہایت تفصیل سے جماعت احمدیہ کی ترقی کے اس نئے دور پر روشنی ڈالی جو

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی لندن ہجرت سے شروع ہوا اور اب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قیادت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور بھی اعلیٰ کامیابیوں کی طرف رواں دواں ہے۔

خاکسار نے آخر میں خلافت کی برکات اور اہمیت بیان کر کے دوستوں کو خلیفۂ وقت اور نظام جماعت کی اطاعت کی طرف توجہ دلائی اس بابرکت دن کے دیکھنے پر مبارکباد دی۔ اس ضمن میں حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات سے حوالے بھی پیش کئے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے وقفہ ہوا۔

وقفے کے بعد دوسرا سیشن شروع ہوا۔ اس سیشن میں زیادہ تر غیر مسلموں اور غیر از جماعت مہمان کو اپنے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا گیا۔ اس جلسے کے لئے ہم نے تقریباً 200 غیر از جماعت مہمانوں کو دعوت نامے بھجوائے تھے۔

دوسرے سیشن کا آغاز سورۃ النور کی آیت استخلاف کی تلاوت سے ہوا۔ اور پھر مکرم سید وسیم صاحب نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد ہمارے امریکن بھائی مکرم عبدالرحیم صاحب نے خلافت کے موضوع پر تقریر کی۔ انہوں نے سامعین کو سمجھایا کہ جماعت احمدیہ کی خلافت کس قسم کی ہے، اس کے بعد انہوں نے سلائیڈز اور ویڈیو کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ گھانا اور امن کانفرنس اور دیگر مواقع کی سلائیڈز دکھائیں جس سے سامعین اور مہمان بہت متاثر ہوئے۔

اس کے بعد علاقہ کے چیف پولیس آفیسر نے جماعت کی خدمات کو سراہا اور خصوصاً جماعت کی انٹرفیتھ میٹنگز اور دوسرے مذاہب کے احترام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔ الحمدللہ۔ پروگرام کے آخر پر خاکسار نے پھر مہمانوں کا شکریہ ادا کیا کہ باوجود قومی چھٹی کے دن کے وہ ہماری اس خوشی میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد سب کو دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا۔

غیر از جماعت مہمانوں کو جوبلی کے گفٹ بھی دیئے گئے۔ جن میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام بھی تھا جو کہ اچھے کاغذ پر طبع کرا کر سب میں تقسیم کیا گیا۔ نماز ظہر وعصر کے بعد یہ اجلاس ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کل حاضری 550 رہی۔ الحمدللہ۔

اخبارات و پریس میڈیا

امریکہ میں خصوصیت کے ساتھ ''خلافت'' سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ ان غلط فہمیوں کا سدِ باب کرنے کے لئے ہم نے علاقہ کے لوکل اور دیگر بڑے اخبارات میں فل پیج، نصف پیج اور چوتھائی پیج کے اشتہارات دیئے۔ امریکن کمیونٹی، انڈین کمیونٹی اور عرب کمیونٹی کے اخبارات میں یہ اشتہارات شائع ہوئے۔ نیویارک میں پاکستانی کمیونٹی کے اخبارات میں بھی پورے پورے صفحے کے اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تصویروں کے ساتھ دیئے گئے۔ اس سے پاکستانی کمیونٹی میں ردِ عمل بھی پیدا ہوا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کے اچھے اثرات بھی مرتب ہوئے۔

ایک شخص نے پاکستان ایکسپریس اور نیوز ایشیاء میں ہمارے اشتہار پڑھ کر مجھے کال کی اور کہنے لگا کہ ''حضرت مرزا صاحب کی تصویر دیکھ کر یہ یقین ہو رہا ہے کہ آپ شریف انسان ہیں اور مجھ سے یہ جرأت نہیں ہو رہی کہ میں اخبار کو اپنے میز سے ہٹا لوں۔ پتہ نہیں ذوالفقار علی بھٹو نے آپ کے خلاف فیصلہ کیوں دیا شاید اسی وجہ سے ذوالفقار علی بھٹو آدھا گھنٹہ سے زائد تختہ دار پر لٹکے رہے۔''

بعض اخبارات نے ہمارے خلاف غلط پروپیگنڈا بھی کیا۔ جس کا جواب بھی لکھ کر بھجوا دیا گیا۔ انشاءاللہ جلد شائع ہو جائے گا۔ بعض لوگوں کی ٹیلی فون کالیں آئیں اور انہوں نے خلافت احمدیہ کے بارے میں مزید سوالات کئے جن کے تسلی بخش جواب بھی دیئے گئے۔

بعض لوگوں نے ہمارے خلافت جوبلی کے فنکشن میں شریک ہونے کے لئے دعوت نامے بھی مانگے جو انہیں بھجوا دیئے گئے۔ جن میں کاؤنٹی کے کمشنر آف ہیلتھ اور دیگر اہم شخصیات شامل ہیں۔ کئی لوگوں نے خطوط بھی لکھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس Coverage نے بہت فائدہ دیا۔

اس کے علاوہ تین اخبارات نے خلافت احمدیہ کی جوبلی کے بارے میں اڈیٹوریل بھی لکھے۔ ڈیلی بلٹن، چینو چیمپین، چینو ہل چیمپین تینوں اخبارات نے ہمارے حق میں اڈیٹوریل لکھا۔ الحمدللہ، اخبارات میں خاکسار کے خلافت سے متعلق مضمون بھی شائع ہوئے۔

جلسہ خلافت لاس اینجلس ویسٹ

27 مئی کو شام کو یہاں پر بھی جلسہ خلافت منایا گیا۔صبح نماز تہجد بھی با جماعت ہوئی۔اور پھر حضور انور کا خطاب بھی سنا گیا۔تلاوت و نظم کے بعد مکرم امجد محمود خان صاحب جنرل سیکرٹری نے حاضرین کو خوش آمدید کہا اور پھر مکرم ناصر ملک صاحب سیکرٹری نیشنل تربیت نے Concept of Khilafat کے موضوع پر پندرہ منٹ کی تقریر کی۔اس کے بعد مکرم ابراہیم نعیم صاحب سیکرٹری تبلیغ لاس اینجلس ویسٹ نے Need of Khilafat کے موضوع پر تقریر کی۔خاکسار نے آخر پر Future of Khilafat کے موضوع پر تقریر کی۔اور بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام ہے۔اور جب تک ہم اعمال صالحہ بجالاتے رہیں گے یہ نعمت ہم میں قائم رہے گی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی الوصیت میں یہی فرمایا ہے۔

''تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔''

احمدیت کے خلفائے عظام بھی اسی طرح توجہ دلاتے آرہے ہیں کہ اس انعام کو ہمیشہ جاری رکھنے کے لئے ہمیں اپنی اصلاح اور تربیت کرنا ہوگی اور خدا اور اس کے رسول کے حکموں کی اتباع ہی سے انشاء اللہ یہ نعمت قیامت تک ہم میں قائم رہے گی۔مکرم صدر جماعت جلال الدین صاحب نے آخر میں حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور دعا ہوئی۔سب حاضرین کو ڈنر بھی پیش کیا گیا۔تقریباً 181 احباب اس میں شریک ہوئے۔قریباً 30 افراد غیر از جماعت اور غیر مسلم بھی اس میں شامل تھے۔لاس اینجلس ایسٹ اور سان ڈیگو نیز لاس اینجلس ان لینڈ ایمپائر کی جماعتوں سے بھی دوست اس بابرکت جلسہ میں شامل ہوئے۔جزاکم اللہ احسن الجزا

لاس ویگاس

یوم خلافت کا جلسہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہاں بھی کیا گیا۔یہاں پر جماعت کی تعداد تھوڑی ہے، ایک مکان کرایہ پر لے کر یہاں جماعتی مساعی کی جاتی ہے۔جس میں نمازیں اور نماز جمعہ اور تربیتی کلاسز باقاعدگی کے ساتھ ہوتی ہیں۔خاکسار کو بھی اس جلسہ میں شامل ہونے کا موقع ملا۔یہاں کے صدر مکرم جلال لقمان صاحب ہیں۔تلاوت و نظم کے بعد تین تقاریر ہوئیں۔جس میں خلافت کی اہمیت و برکات پر روشنی ڈالی گئی۔آخری تقریر خاکسار نے کی جس میں خلافت کے معانی اور خلافت کے ساتھ فدائیت کا جذبہ اور جان نثاری کا جذبہ قائم رکھنے اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب کی روشنی میں تلقین کی گئی۔دعا کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔سب دوستوں کو لنچ پیش کیا گیا۔قریباً ساٹھ افراد نے اس جلسہ میں شرکت کی، الحمدللہ۔

فی نکس اور توسان

فی نکس اور توسان میں بھی جلسہ خلافت ہوا۔ ہر دو جماعتوں نے اکٹھے جلسہ کیا۔اس کے لئے فی نکس میں ایک کمیونٹی سینٹر کرایہ پر لیا گیا تھا۔توسان کی جماعت کے مرد وخواتین اور بچوں نے 120 میل کا سفر طے کر کے یہاں جلسہ میں شرکت کی۔حاضری قریباً 110 رہی۔الحمدللہ

تلاوت اور نظم کے بعد خدام وانصار نے خلفائے رسول اللہ ﷺ کے حالاتِ زندگی پر اور خلفائے احمدیت کے حالات و واقعات پر روشنی ڈالی۔ بڑا اچھا پروگرام تھا۔آخر میں خاکسار نے خلافت کی ضرورت اور برکات بیان کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کے اقتباسات پیش کئے۔دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔شام کو سب کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد دوست واپس چلے گئے۔

27 مئی کے حوالے سے توسان کی جماعت نے بھی صبح نماز تہجد با جماعت ادا کی اور پھر حضور انور کا خطاب سنا۔بچوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔

خاکسار کو جہاں جہاں بھی شامل ہونے کا موقع ملا سب دوستوں نے اس بات کا موثر رنگ میں اظہار کیا کہ حضور نے جو عہد ہم سے لیا تھا وہ بہت ہی دلگداز اور مؤثر تھا۔اور ہر ایک یہ کہتا تھا کہ دُعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں اس عہد کو دل وجان کے ساتھ نباہنے اور پورا کرنے کی توفیق دے۔آمین۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی امریکہ تشریف آوری پر ایک نظم
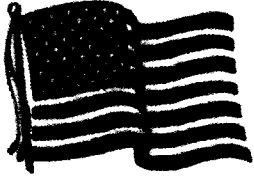
امتہ العزیز نگہت احمد بنت کریم احمد نعیم مرحوم

مبارک پیارے آقا کا یُو ایس اے آنا
مبارک یہ جشنِ تشکر منانا

عمل کی بھی توفیق سب کو ملے
حکمِ خلیفہ جو ہم کو ملے

دعائیں جو اُس ذاتِ باری سے کیں
عطائیں بھی اُس نے فضلوں سے دیں

الٰہی جو اس دِیں سے ہیں بہرہ وَر
سنا دے تو ان کو یہ بانگِ سحر

خلیفہ ہمارا ابنِ منصور ہے
اُس کی آمد ہے دل اپنا مسرور ہے

جس مسیحا کی آمد کے ہو منتظر
خلافت میں دیکھو اب اس کا ظہور

الہامِ مسیحا کی تصویر ہے
اِنّـِی مَـعَکَ کی تعبیر ہے

خلافت سے جوفیض پا جائے گا
محمد ﷺ کے جھنڈے تلے آئے گا

خدایا تُو اپنی حفاظت میں رکھ
مدد اُس کی روح القدس سے تُو کر

خدایا یہ نسلیں ہوں اولوالعزم
اور بخش دے تو ان کو ثباتِ قدم

مبارک مبارک مبارک تمھیں
اپنے آقا کا آنا مبارک تمھیں

ان کے اقوال، افعال و اعمال میں
تقویٰ کی راہیں دکھا دے انھیں

یہ خدام اطفال و ناصرات دیں
لجنہ و انصار سب ننھے مکیں

پیارے آقا کا آنا بس ایک عید ہو
اگلے اور پہلے عہدوں کی تجدید ہو

اُس کی آمد کے تھے سبھی شائقین
اُس کا آنا ہے آنا صد آفرین

اپنے آقا کا آنا مبارک تمہیں
یہ جشنِ تشکُّر منانا تمہیں

اطاعت نظام خلافت کریں
ہر اک بات اُسکی خامشی سے سنیں

خدایا یہ نگہت کی ہے عرض عاجزانہ
میرے آقا کا آنا صد مبارک بنانا

35.52,73rd street, Jackson Heights, NY 11372 Tel:718-505-2418 Fax: 718-335-2613
Volume 13: Issue 45 Dated June 6. 2008

چینو، کیلی فورنیا میں جماعت احمدیہ کے قیام کا صد سالہ جشن

چینو، کلیفورنیا (پ ر) احمدیہ جماعت کے تقریباً 550 اراکین گولڈی ایس لیوس کمیونٹی سینٹر، 1200 میں لائن روڈ، رانچو کوکا مونگا، کیلیفورنیا میں خدا تعالیٰ کے حضور شکر ادا کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ حضرت محمد ﷺ پر کامل ایمان رکھنے والے لوگ خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستوں پر قدم مارتے ہیں اور اپنے اعمال سے اس حسین اور خوبصورت اسوہ کا اظہار کرتے ہیں جو ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے اپنی زندگیوں میں جاری فرمایا۔ ایسا ہی اظہار ہم نے اس تقریب میں جو کہ مئی 26 2008ء کو ہوئی کے اس اجتماع میں دیکھنے میں آیا۔ احمدی مرد زن، بچے، بوڑھے اس جشن کے لئے وقت مقررہ سے پہلے ہی جوق در جوق اس کمیونٹی سینٹر میں اکٹھے ہو چکے تھے۔ ہر طرف ایک عید کا سا سماں لگ رہا تھا۔

سے وابستگی میں دلچسپی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ ہال میں موجود افراد نے ان پروگراموں کو بڑے شوق سے دیکھا اور نعرہ تکبیر، حضرت خاتم الانبیا زندہ باند، خلافت احمدیہ زندہ باد کے نعروں کے ذریعہ داد دی۔ امام شمشاد احمد ناصر نے خلافت کے ساتھ وابستگی کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ خلافت ہی صرف ایک ایسا ادارہ ہے جو انسانیت کو درپیش مسائل کو حل کرسکتا ہے۔ انسانوں کے باہمی جھگڑوں کو طے کراسکتا ہے اور انسانوں کو ایک دوسرے سے قریب لاسکتا ہے۔ نظام خلافت کے استحکام کے لئے امام شمشاد نے حاضرین کو کامل اطاعت کی تلقین کی۔ اور کہا کہ خلافت ہی ایک ایسا سائبان ہے جس کے نیچے آکر دونوں جہانوں کا حصول ممکن ہے۔ ایک چھوٹے سے ریفریشمنٹ کے وقفے کے بعد اس اجلاس کا دوسرا دور شروع ہوا۔

افراد قوانین کی پابندی کرتے ہیں جو کہ بہت خوش کن بات ہے اور یہ اسی وجہ سے ممکن ہے کہ ان کے اندر ایک ایسا نظام جاری ہے جو ان کی ہر وقت راہنمائی کرتا ہے انہوں نے امام سید شمشاد سے اپنے دیرینہ تعلقات کا اظہار کرتے ہوئے احمدیوں کی مناسب تربیت کرنے پر شکریہ ادا کیا۔ نیز علاقہ میں انٹر فیتھ میٹنگز کرنے اور دوسروں تک پہنچنے کے بارے میں جماعت کی خدمات کو سراہا۔ انہوں نے مزید کہا کہ وہ ان تمام احمدی حضرات کے شکر گزار ہیں جنہوں نے ان کے کام کو اپنے اچھے معاشرتی کردار کی وجہ سے آسان بنا دیا ہے۔ امام شمشاد ناصر صاحب نے اجلاس میں شرکت کرنے والوں کا شکریہ ادا کیا بالخصوص دوسرے مذاہب سے آنے والے افراد اور پولیس چیف کا قیمتی وقت نکال کر اس اجلاس میں شریک ہوئے۔

سا سماں لگ رہا تھا۔ صبح ساڑھے دس بجے کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور ترجمے سے شروع ہوا۔ اس کے بعد بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پیش کیا گیا جس میں حمد باری تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف اور شکر کے جذبات بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد مقامی جماعت کے صدر اور امریکہ کی جماعت کے نائب امیر محترم ڈاکٹر حمید الرحمان نے حاضرین کا خیر مقدم کیا اور اس اجتماع کی غرض وغافیت اور ضرورت پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم احمدی خدا تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ اس کے بعد چار احمدی نوجوانوں نے بڑی خوبصورتی اور مہارت سے انگریزی زبان میں جماعت احمدیہ کی سو سالہ دور خلافت کا جائزہ پیش کیا۔ سیف الرحمان 1908ء سے لے کر پہلے 25 سال کی جماعتی ترقی کا بیان سلائیڈز اور ویڈیوز کی مدد سے ماہرانہ انداز میں پیش کیا۔ ان پروگراموں سے جھلکنے والی مہارت ان نوجوانوں کی جماعت

اجلاس کا دوسرا دور شروع ہوا۔ اس میں کچھ غیر مذاہب سے تعلق رکھنے والے خواتین و حضرات نے بھی شرکت کی جس میں نمایاں پولیس چیف سٹیورٹ شامل تھے۔ اجلاس کے دوسرے دولیے کا آغاز بھی تلاوت قرآن کریم اور اس کے ترجمے سے ہوا اس کے بعد وسیم سید نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ عبدالرحیم جو کہ خود ایک احمدی ہیں کو اپنے خیالات کے اظہار کے لئے دعوت دی۔ انہوں نے پہلے چند اسلامی اصطلاحات کی وضاحت پیش کی اور ان کے اصل معنی بیان کئے۔ انہوں نے اسلامی معاشرے کے خدوخال اور ڈھانچے کی بھی وضاحت کی اور اس میں رہنے والے غیر مسلموں کے حقوق کی بھی وضاحت کی۔ انہوں نے بتایا کہ اسلامی حکومت کس قدر اس بات کی پابند ہے کہ اپنے دائرہ اختیار میں رہنے والے غیر مسلموں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ آخر میں پولیس چیف سٹیورٹ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے حاضرین کو بتایا کہ جماعت احمدیہ کے

اجلاس کے آخر میں ڈاکٹر حمید الرحمان نے دعا کروائی۔ دعا کے بعد حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ یوں اس اجلاس کی کارروائی اپنے اختتام کو پہنچی۔ لیکن صد سالہ جشن کی کارروائیاں اگلے دن فجر تک جاری رہیں۔ صد سالہ جشن کی تقریبات میں شامل ہونے کے لئے تمام احمدی نماز مراکز اور اس مقصد کے لئے قائم کئے گئے دیگر مراکز میں رات تین بجے اکٹھے ہونا شروع ہو گئے۔ اجتماعی طور پر تہجد کے نوافل ادا کئے گئے جس کے بعد فجر کی نماز ادا کی گئی۔ فجر کے بعد مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ سے براہ راست لندن یو کے سے جماعت احمدیہ کے موجودہ پانچویں خلیفہ کا خطاب عین اس وقت نشر ہوا جب جماعت احمدی خواتین و حضرات، بچے، بوڑھے اسے دیکھ اور سن رہے تھے۔ دوسری بڑی بات اس خطاب کی یہ تھی کہ کروڑوں افراد نے کھڑے ہو کر یہ عہد دہرایا کہ وہ خلافت کے ساتھ اپنا مضبوط تعلق ہمیشہ قائم رکھنے کے لئے ہر ممکن اقدام کرتے رہیں گے۔

ہیوسٹن میں جماعت احمدیہ کا سو سالہ جشن خلافت

مسجدوں میں چراغاں کیا گیا

23 مئی کا آغاز نماز تہجد باجماعت سے ہوا، مسجد بیت [illegible] بل وائٹ نے 22 مئی کو احمدیہ خلافت ڈے قرار دیدیا

ہیوسٹن (پاکستان ٹائمز) جہاں پوری دنیا کے 180 ممالک میں جماعت احمدیہ کا 100 واں جشن خلافت منایا گیا وہاں ہیوسٹن میں جماعت احمدیہ نے مسجد میں 3 روز تک جشن خلافت نہایت عقیدت واحترام (بقیہ نمبر 40 باقی صفحہ پر)

ذریعے اپنے امام کے ساتھ عہد کو دہرایا گیا، اور ایک امام کے پیچھے ایک جماعت ہو کر لبیک کہا، اور لبیک کہنے کا نظارہ پوری دنیا کے 180 ممالک میں دیکھا گیا، 23 مئی کے دن کا آغاز تہجد نماز باجماعت سے ہوا، بچوں میں چاکلیٹ مسجد کو جھنڈیوں سے سجایا اور چراغاں کیا گیا مسجد بیت السمیع میں شام کے وقت ایک اجتماع ہوا جس میں مرد وزن نے شرکت کی، خدا کے حضور سر جھکائے اور اپنے امام کے ساتھ کیے گئے عہد پر پورا اترنے کا عزم کیا، 31 مئی کو ایک شاندار تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں World Peace Through Di Guidence کے حوالے سے موضوع پر خطاب کیے گئے۔

میری ایوسول، جج ایڈورڈ آلسٹ نے بھی اس موقع پر خطاب کیا، اس تقریب میں سرکاری حکام دیگر مذاہب کے رہنماؤں، اخباری نمائندے، اسکول اساتذہ اور بہت سارے مسلمان بہن بھائیوں نے شرکت کی اور جماعت احمدیہ کی خدمت انسانیت، رواداری اور بھائی چارے کی کوششوں کو سراہا اور برملا اظہار کیا کہ مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کو بھی احمدیہ مسلم جماعت کی طرح رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے نہ کہ ایک دوسرے کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے، اس کے علاوہ مختلف پروکلیمشن پڑھ کر سنائے گئے، میئر ہیوسٹن بل وائٹ نے 27 مئی کے دن احمدیہ خلافت ڈے سے موسوم کیا اور کاہلوں فیملی کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اشتہارات کے لئے تعاون کیا، یہ صرف خدا کا فضل اور محمد رسول ﷺ کے نام کی برکت تھی کہ جماعت احمدیہ ترقی کے ایک نئے دور میں داخل ہوگئی، آخر میں مہمانوں کے لئے طعام کا بندوبست بھی کیا گیا تھا۔

جماعت احمدیہ کے 100 سالہ جشن خلافت کے موقع پر آفیشلز اور جماعت احمدیہ کے عہدیدار خطاب کر رہے ہیں